ماہنامہ
جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

Monthly JUHD-E-HAQ - July 2017 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 24......شمارہ نمبر 07......جولائی 2017

- احمد پور آئل ٹینکر حادثہ، 200 سے زائد انسان لُقمہ اجل
- روجھان سے ساہیوال تک پورے جنوبی پنجاب میں صرف ایک برن ٹریٹمنٹ سنٹر
- حادثات اپنی جگہ مگران سے بروقت نمٹنے کے لیے درکار مہارت اور سہولیات نہ ہونا لمحۂ فکریہ

کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

12 جون، حیدرآباد: ''پاکستان کی ہندو برادری میں پسماندہ طبقوں کے لیے مشکلات اور مواقع'' پر مشاورت کا اہتمام کیا گیا

13 جون، کراچی: ''مذہبی اقلیتوں کی خواتین کی سیاسی عمل میں شرکت'' کے موضوع پر ایک مشاورت منعقد کی گئی

فہرست

2016ء میں انسانی حقوق کی صورتحال 4

عدم تحفظ کی قیمت 7

پشاور میں سکھوں کے سکول کی عمارت کو خالی کرنے کا نوٹس 8

لاشوں کا جینا کیا اور مرنا کیا؟ 9

انسانی حقوق کے محافظین کو درپیش مشکلات 10

کیا جرگے یا پنچایت کو قانونی حیثیت مل گئی؟ 17

میں ڈبل ماسٹرز کے باوجود ایک بیروزگار خواجہ سراہوں 18

جمعتہ الوداع پہ بہنے والے خون سے کوئی فرق پڑ سکے گا؟ 19

ارائیں بچے کا دل وحشی ہو گیا 20

میرا اللہ ان سے بدلہ لے گا 21

عائشہ ہر ملک کی کتاب پڑھنا چاہتی ہیں 22

سابق جنرل کی سوچ ہر طرف پھیلتی نظر آ رہی ہے 23

کیا سانحہ احمد پور سے کوئی اچھی چیز جنم لے سکتی ہے؟ 24

اقلیتیں 25

تعلیم 26

عورتیں 27

خودکشی کے واقعات 36

اقدام خودکشی 41

کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا 46

جنسی تشدد کے واقعات 47

ایک صحافی کا قتل، دوسرے کو سنگین خطرات تشویش کا باعث ہیں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے ہری پور میں ایک صحافی کے قتل جبکہ لاہور میں دوسرے کو قتل کی دھمکیوں اور ان پر ہونے والے بظاہر حملے کی شدید مذمت کی ہے۔

پیر کو جاری ہونے والے ایک بیان میں، کمیشن نے کہا: ''ہمیں ہری پور میں ایک اردو اخبار کے چیف رپورٹر بخشش الٰہی کی ٹارگٹ کلنگ اور لاہور میں ایک انگریزی اخبار کے چیف رپورٹر رانا تنویر پر ایک تیز رفتار گاڑی چڑھنے کی اطلاعات پر شدید تشویش ہے۔ رانا تنویر پر اس وقت گاڑی چڑھی جب وہ جمعہ کو لاہور میں منعقدہ پنجاب یونین آف جرنلسٹس کے اجلاس سے واپس آ رہے تھے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں گاڑی تلے روندنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مسٹر تنویر کی ٹانگ دو جگہوں سے ٹوٹ گئی ہے اور وہ ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تیز رفتاری کا اتفاقی واقعہ نہیں تھا۔

''ہری پور میں بخشش الٰہی کو قاتلانہ حملے سے تحفظ فراہم کرنے میں حکام کی ناکامی تو واضح ہے مگر مسٹر تنویر کی حالت زار بھی اتنی ہی تکلیف دہ ہے۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ مسٹر تنویر عقیدے سے متعلقہ معاملات سمیت تمام امور پر غیر جانبدارانہ رپورٹنگ کے حوالے سے معروف ہیں۔ 30 مئی کو، لاہور میں ان کے گھر کے دروازے پر قتل کی دھمکیاں لکھی گئیں، اس کی بظاہر وجہ مذہبی اقلیتوں پر تشدد کے متعلق اُن کی رپورٹنگ ہے۔ پولیس کو ان دھمکیوں سے آگاہ کیا گیا تھا مگر دھمکیاں دینے والوں کی گرفتاری تو کُجا، ان کے خلاف مقدمہ تک درج نہ کیا گیا اور نہ ہی ان کی شناخت کے لیے کوئی قابل ذکر کوشش کی گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر تنویر کو یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ مجرموں کے خلاف مقدمہ درج نہ کروائیں بصورت دیگر وہ مشتعل ہو جائیں گے۔ لوگ یہ جاننا چاہیں گے کہ اب چونکہ مسٹر تنویر کی طبیعت سنبھل رہی ہے تو اس حالت میں حکام کے پاس اُن کے لیے کیا نصیحت ہے؟ اس قسم کی شدید دھمکیوں کی موجودگی میں بھی حکام کا غیر ذمہ دارانہ رویہ ناقابل یقین ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اب مزید وقت ضائع نہ کریں اور مسٹر تنویر کے تحفظ کو یقینی بنانے کی اپنی ذمہ داری کو سنجیدہ لیں۔ ایچ آر سی پی پُر امید ہے کہ حکام اس نقطے کو سمجھیں گے کہ بعض اوقات جرم کے خلاف کارروائی کرنے میں ناکامی اور اس میں ملی بھگت کے درمیان فاصلہ بہت کم رہ جاتا ہے۔

''یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ پاکستان میں کام کرنے والے صحافی برداری انتہائی مشکلات میں گھری ہوئی ہے جسے تمام اطراف سے خطرات کا سامنا ہے۔ پاکستان گزشتہ کئی برسوں سے اُن ممالک کی فہرست میں شامل ہے جو ذرائع ابلاغ سے وابستہ افراد کے لیے انتہائی خطرناک تصور کیے جاتے ہیں۔ یہ ان 10 اقوام میں بھی بدستور موجود ہے جو صحافیوں کے خلاف جرم کا ارتکاب کرنے والے مجرموں کے خلاف قانونی کارروائی نہ کرنے کے حوالے سے دنیا کے دیگر تمام ممالک سے آگے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ مجرموں کو قانونی کارروائی سے تحفظ کی فضا سے صحافیوں کو ان کے کام کے باعث درپیش خطرات اور زیادہ سنگین صورت اختیار کر جاتے ہیں۔

''ایچ آر سی پی کا حکام سے مطالبہ ہے کہ ان دونوں واقعات کے مجرموں کی گرفتاری کے لیے ہر ممکن کارروائی کی جائے۔ ایسا کرنے میں ناکامی سے نہ صرف مجرموں کے حوصلے بڑھیں گے، بلکہ اس سے صحافی بھی شدت پسندوں کی ناراضگی اور اپنے کام سے متعلقہ تشدد سے بچنے کے لیے خود ساختہ سنسر شپ اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے جبکہ اُن کے سرگرم کردار کی معاشرے کو جتنی اس وقت ضرورت ہے اتنی پہلے کبھی نہیں رہی ۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 12 جون 2017]

کمرہ عدالت میں عاصمہ جہانگیر کے وکلاء ساتھیوں پر حملہ قابل مذمت ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے عدالت عالیہ لاہور کے کمرہ عدالت میں معروف وکیل عاصمہ جہانگیر کے ساتھی وکلاء پر درجنوں وکیلوں کے حملے کی شدید مذمت کی ہے۔

بروز جمعرات جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا: ''ایچ آر سی پی عاصمہ جہانگیر کے ساتھی وکلاء کی ٹیم پر حملے کی شدید مذمت کرتا ہے۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ حملہ آوروں کے 70 افراد کے جتھے میں سب کے سب وکیل تھے، جن کا تعلق ایک ایسے شعبے سے ہے جس سے عدالتی کارروائی کی معاونت کرنے کی توقع کی جاتی ہے نہ کہ اس میں رکاوٹ ڈالنے کی جس کا عملی مظاہرہ بروز منگل عدالت عالیہ لاہور میں دیکھنے کو ملا۔ ایچ آر سی پی کے لیے شدید تشویش کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ یہ پرتشدد واقعہ کمرہ عدالت میں پیش آیا۔

یہ بات واضح ہے کہ حملے کی وجہ صرف یہ تھی کہ عاصمہ جہانگیر نے ایک بااثر وکیل جو کہ پاکستان بار کونسل کے ممبر بھی ہیں کے خلاف مقدمہ کرنے والے ایک فریق کی وکالت کی حامی بھری۔ یاد رہے کہ پاکستان بار کونسل ملک میں وکلاء کے پیشہ وارانہ طرز عمل کی نگرانی کا اعلیٰ ترین ادارہ ہے۔

عدالتی کارروائی میں رخنہ ڈالنے کے لیے کمرہ عدالت میں اس نوعیت کی غنڈہ گردی ایک ایسی تشویشناک پیش رفت ہے، جس پر اگر فوری کارروائی نہ کی گئی تو وہ سب فریق جنہیں اپنے کیس کی مضبوطی کا یقین نہیں اپنے مخالفین کو قوت کے ذریعے زیر کرنے کی کوشش کریں گے۔

ایچ آر سی پی عاصمہ جہانگیر کے ساتھی وکلاء خاص طور پر شبیر حسین ایڈووکیٹ، اسامہ ملک ایڈووکیٹ اور نور اعجاز ایڈووکیٹ کی جرات کو سراہتا ہے جنہوں نے جسمانی حملے، شدید بدزبانی اور 70 سے زائد وکلاء کے شرمناک اور دھمکی آمیز رویے کے باوجود اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داری سے دست بردار ہونے سے انکار کیا۔

ہم جانتے ہیں کہ یہ حملہ عاصمہ جہانگیر یا ان کی ٹیم کو اپنے موکل کو انصاف دلانے کی جدوجہد سے روک نہیں پائے گا، تاہم یہ اشد ضروری ہے کہ کسی شہری کی قانونی نمائندگی ان کے لیے کوئی مسلسل پُرخطر کام نہ بن جائے۔'' ایچ آر سی پی یہ امید اور توقع رکھتا ہے کہ پاکستان بار کونسل اور وکلاء برادری کے رہنما وکلاء کے اس گروہ کی جانب سے ایسے افسوسناک طرز عمل کا سدباب کریں گے اور ایسا واقعہ دوبارہ ہونے سے روکنے کے لیے موثر پیش بندی کریں گے۔ اگرچہ عدالت عالیہ سے بھی توقع ہے کہ وہ اپنے احاطے میں تشدد اور دھونس کے اس شرمناک مظاہرے کا نوٹس لے گی، تاہم اس واقعہ میں ملوث افراد کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کی بنیادی ذمہ داری حکام پر عائد ہوتی ہے۔ اگر یہ کارروائی صرف اس وجہ سے نہیں ہوتی، یا اس میں تاخیر ہوتی ہے کہ ملزمان وکیل ہیں تو پھر یقین رکھیے کہ مستقبل میں وکلاء اور معاشرہ اس سے بھی زیادہ پریشان کن صورتحال کا سامنا کریں گے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 22 جون 2017]

2016 میں انسانی حقوق کی صورتحال

قوانین اور قانون سازی

- وفاقی پارلیمنٹ نے 2016ء میں 51 قوانین بنائے۔ یہ تعداد گزشتہ سال کے 20 قوانین کے مقابلے میں دگنی سے بھی زیادہ تھی۔
- صدر کی جانب سے جاری کیے گئے آرڈیننس کی تعداد جو 2015ء میں 12 تھی، 2016ء میں کم ہو کر چھ رہ گئی۔
- خیبر پختونخوا نے سب سے زیادہ 30 قوانین وضع کیے جبکہ اس کے بعد سندھ، پنجاب اور بلوچستان کا نمبر آتا ہے۔

انصاف کا انتظام وانصرام

- 2016ء میں ملک بھر کی عدالتوں میں تقریباً تیس لاکھ مقدمات زیر التوا تھے۔
- ججوں اور وکلاء کے خلاف تشدد کے واقعات کے باعث شعبہ قانون سے وابستہ افراد میں عدم تحفظ کا احساس بڑھ گیا۔
- توہین مذہب کے الزام میں 15 افراد کے خلاف مقدمات درج کیے گئے جن میں 10 مسلمان اور پانچ غیر مسلم شامل تھے۔ دو مسلمانوں اور دو مسیحیوں کو توہین مذہب کے جرم میں سزائے موت سنائی گئی۔ لاہور ہائی کورٹ نے توہین مذہب کے ایک ملزم کو رہا کر دیا جو چار سال سے جیل میں تھا۔
- دو افراد جنہیں ایک سال پہلے پھانسی دی جا چکی تھی، انہیں سپریم کورٹ نے اکتوبر میں بے گناہ قرار دیا۔ اکتوبر ہی میں سپریم کورٹ نے 19 سال بعد قتل کے ایک ملزم کی رہائی کا حکم دیا جو دو سال پہلے وفات پا چکا تھا۔

امن عامہ

- 2016ء میں پاکستان میں دہشت گردی کے نتیجے میں ہونے والی ہلاکتوں میں 2015ء کے مقابلے میں 45 فیصد کمی واقع ہوئی۔
- 2016ء میں ہونے والے حملوں میں سے 48 فیصد میں، یعنی 211 حملوں میں سیکورٹی فورسز اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو نشانہ بنایا گیا۔ بلوچستان اور سندھ میں ہونے والے متعدد بم دھماکوں اور فائرنگ کے زیادہ تر واقعات کی ذمہ داری آئی ایس آئی ایس نے قبول کی۔
- گلگت بلتستان میں، 2016ء میں درج کیے گئے قتل کے 23 مقدمات میں سے 13 کا تعلق غیرت کے نام پر ہونے والے جرائم سے تھا۔ خیبر پختونخوا میں 2016ء کے پہلے 10 ماہ میں کم از کم 187 خواتین قتل ہوئیں جن میں سے 40 کو غیرت کے نام پر مارا گیا۔ پنجاب میں جنسی زیادتی، اجتماعی جنسی زیادتی اور اغوا کے واقعات میں اضافہ ہوا۔ کراچی میں 2016ء میں بینک ڈکیتیوں، چوری اور موٹر سائیکل اور موبائل فون چھیننے کے واقعات میں اچانک اضافہ دیکھنے میں آیا۔

توہین مذہب کے الزام میں **15** افراد کے خلاف مقدمات درج کیے گئے جن میں **10** مسلمان اور پانچ غیر مسلم شامل تھے۔ دو مسلمانوں اور دو مسیحیوں کو توہین مذہب کے جرم میں سزائے موت سنائی گئی۔ لاہور ہائی کورٹ نے توہین مذہب کے ایک ملزم کو رہا کر دیا جو چار سال سے جیل میں تھا۔

- انسانی حقوق کے تین کارکنوں کو قتل کیا گیا۔ پنجاب پولیس کا کہنا تھا کہ انہوں نے کم از کم 291 ''پولیس مقابلوں'' میں مختلف جرائم میں ملوث 340 افراد کو ہلاک کیا۔ سندھ پولیس کا کہنا تھا کہ سندھ میں ہونے والے پولیس مقابلوں میں 248 ڈاکو اور جرائم میں ملوث دیگر افراد، 96 دہشت گرد اور 11 اغوا کار مارے گئے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے مختلف چھاپوں کے دوران بلوچستان میں 229، فاٹا میں 60، خیبر پختونخوا میں 40 اور گلگت بلتستان میں چار مبینہ دہشت گردوں کو ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا۔

جیلیں، قیدی اور جبری گمشدگیاں

- پاکستان کی جیلوں میں 84,315 قیدی تھے۔ پنجاب کی جیلوں میں 23,617 قیدیوں کی گنجائش کے مقابلے میں 49,603 قیدی، سندھ میں 12,245 کی گنجائش کے برعکس 20,308 قیدی، اور خیبر پختونخوا میں 7,547 کی گنجائش کے مقابلے میں 11,200 قیدی تھے۔
- جیلوں میں قید 1,497 خواتین میں سے 920 پنجاب، 249 سندھ، 309 خیبر پختونخوا، 18 بلوچستان اور ایک گلگت بلتستان کی جیل میں قید تھیں۔
- 2016ء میں 487 افراد کو موت کی سزا سنائی گئی جبکہ 87 کو پھانسی دی گئی۔
- جبری گمشدگیوں سے متعلق کمیشن کے مطابق 2016ء میں مزید 728 پاکستانی لاپتہ افراد کی فہرست میں شامل ہوئے۔ یہ تعداد کم از کم چھ سالوں میں سب سے زیادہ ہے۔

نقل وحرکت کی آزادی

- 2016ء میں نقل وحرکت کی آزادی کو رکاوٹوں کا سامنا رہا جس کی سب سے بڑی وجہ امن وامان کی خراب صورتحال، شدت پسندی اور شورش کے خاتمے کے لیے کئے گئے اقدامات اور قدرتی آفات تھیں۔
- خواتین، خواجہ سراؤں اور چند مذہبی اقلیتی برادریوں کو سفر کے دوران خطرات کا سامنا رہا۔
- عدالت عظمیٰ نے اندرون اور بیرون ملک سفر پر عائد پابندیوں سے متعلق متعدد مقدمات کی سماعت کی۔ ایسے ہی ایک مقدمے میں عدالت عظمیٰ نے اس بات پر زور دیا کہ نقل وحرکت کی آزادی ایک بنیادی آئینی حق ہے جس کی ہر شہری کو ضمانت دی گئی ہے، جسے پسند اور ناپسند کی بنیاد پر محدود یا ختم نہیں کیا جا سکتا۔

سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی

- 2016ء میں چار احمدیوں کو قتل کیا گیا جن میں سے تین ڈاکٹر تھے۔ ملک میں مسیحیوں کے خلاف

تشدد کے کئی واقعات دیکھنے میں آئے۔ ہندو برادری کی جانب سے زمینوں پر قبضے، حملوں، اغواء، جبری تبدیلیٔ مذہب، مندروں کی بے حرمتی، جنسی زیادتی اور قتل کی شکایات سامنے آئیں۔

- سندھ اسمبلی نے سندھ ہندو میرج ایکٹ کی منظوری دی تا کہ ہندو، سکھ اور زرتشتی اپنی شادی کا اندراج کرا سکیں۔
- سال کے دوران 30 سے زائد حملوں میں، شدت پسندوں نے مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کو نشانہ بنایا جن میں سنی، شیعہ، بشمول ہزارہ اور بوہرا برادری کے افراد شامل تھے۔ شدت پسندوں نے عبادت گاہوں اور مزاروں کو بھی نشانہ بنایا۔ ان حملوں میں تقریباً 110 افراد ہلاک اور 162 زخمی ہوئے۔

اظہار رائے کی آزادی

- چھ صحافیوں اور ایک بلاگر کے قتل اور بعض خبروں کی گردش نے ذرائع ابلاغ کے لیے خوف کی فضا میں اضافہ کیا اور اس سے ذرائع ابلاغ کی خودساختہ سنسرشپ کے رجحان میں بھی اضافہ ہوا۔
- سائبر قانون نے سرکاری عہدیداروں پر تنقید کا دائرہ کار محدود کرنے کا تقاضا کیا اور اس قانون کے تحت حکام کو صحافیوں، سیاسی کارکنوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں سمیت تمام شہریوں کی الیکٹرانک ذرائع ابلاغ پر ہونے والی گفت وشنید کی جاسوسی کرنے کا اختیار دیا گیا۔
- سول سوسائٹی کے کارکنوں کو امن کا پرچار کرنے کے باعث سوشل میڈیا میں ہتک آمیزی کا سامنا کرنا پڑا۔
- 2016ء میں میڈیا ہاؤسز، ٹی وی چینلوں، اخبارات کے دفاتر اور پریس کلبوں پر مذہبی و سیاسی شدت پسند گروہوں کے حملوں میں پریشان کن اضافہ دیکھنے کو ملا۔

اجتماع کی آزادی

- حکومت نے اپنی من مرضی کرتے ہوئے تشدد کا راستہ اختیار کیا اور ضابطہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 144 جیسے قوانین نافذ کیے۔
- حکومت کے طاقت پر انحصار سے اس حقیقت کی نشاندہی ہوئی کہ اس کے پاس ہجوم کو کنٹرول کرنے کی اہلیت نہیں ہے۔ سڑکوں اور شاہراہوں کی بندش سے شہریوں کا عوامی راستوں پر سفر کرنے کا بنیادی حق متاثر ہوا۔
- مظاہرین کی طرف سے تشدد کا ارتکاب کرنے اور راستے بند کرنے سے لوگوں کی نقل وحرکت کی آزادی متاثر ہوئی اور کئی مریض وقت پر ہسپتال نہ پہنچنے کی وجہ سے جاں بحق ہوئے۔

حکومت کے طاقت پر انحصار سے اس حقیقت کی نشاندہی ہوئی کہ اس کے پاس ہجوم کو کنٹرول کرنے کی اہلیت نہیں ہے۔ سڑکوں اور شاہراہوں کی بندش سے شہریوں کا عوامی راستوں پر سفر کرنے کا بنیادی حق متاثر ہوا۔

- سیاسی ریلیوں میں خواتین کی جنسی ایذادہی سے نہ صرف افسوسناک رویے کی نشاندہی ہوئی ہے بلکہ اس سے سیاسی اجتماعات پر سکیورٹی کے موثر بندوبست کا فقدان بھی اجاگر ہوا ہے۔

انجمن سازی کی آزادی

- گھروں میں رہ کر کام کرنے والے مزدوروں، طالب علموں اور غیر رجسٹرڈ مزدوروں کو انجمن سازی کا حق دینے کا دیرینہ مطالبہ منظور نہ ہوسکا۔
- وکلاء کو اُس وقت ایک بہت بڑے سانحے سے دوچار ہونا پڑا جب بلوچستان بار ایسوسی ایشن کو ایک تباہ کن حملے میں اپنے 70 اراکین سے محروم ہونا پڑا تھا۔
- ریاست نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر این جی اوز کے کام میں غیر ضروری مداخلت کا سلسلہ جاری رکھا۔

سیاسی عمل میں شرکت

- پنجاب اور سندھ میں 2013ء میں بننے والے بلدیاتی حکومت کے قوانین کو نافذ ہونے میں تین برس لگے۔
- انتخابی فہرستوں کی نظرثانی سے ملک گیر سطح پر پائے جانے والے 12.52 فیصد جنسی فرق کی حقیقت منظر عام پر آئی۔ انتخابی رجسٹر میں پانچ کروڑ، 45 لاکھ، نوے ہزار (54.59 ملین) مرد ووٹروں کے مقابلے میں خواتین ووٹروں کی تعداد چار کروڑ، 24 لاکھ، 20 ہزار (42.42 ملین) درج تھی۔
- انتخابی اصلاحات اور فاٹا اصلاحات کو قانونی دستاویزات کا درجہ حاصل کرنے کے لیے ابھی تک پارلیمانی منظوری کے مرحلے سے گزرنا تھا۔

خواتین

- خواتین کے تحفظ کے نظام کو مستحکم کرنے کے لیے متعدد قوانین منظور ہوئے، تاہم خواتین کے خلاف تشدد کے واقعات میں نمایاں کمی دیکھنے کو نہ مل سکی۔
- افرادی قوت میں سے 64 برس کی عمر کی خواتین کا حصہ 26 فیصد تھا جس سے مراد یہ ہے کہ تقریباً ایک کروڑ چالیس لاکھ (14 ملین) خواتین افرادی قوت میں شامل تھیں اور کسی بھی صنعت یا شعبے نے 30 فیصد سے زائد خواتین کو اپنے ہاں کام کرنے کا موقع نہ دیا۔
- خواتین کی معاشی خود مختاری کا گوشوارہ جو کہ پاکستان میں اس نوعیت کا پہلا گوشوارہ ہے، کے مطابق پنجاب نے 0.52 اسکور کے ساتھ سب سے اچھی کارکردگی دکھائی جس کے بعد دوسرے نمبر پر سندھ (0.38)، تیسرے پر کے پی (0.35) اور چوتھے پر بلوچستان (0.26) تھا۔ وفاق نے ایک میں سے 0.39 سکور حاصل کیے۔
- مردوں کے مقابلے میں خواتین کی تعلیم کی سطح بہت پست رہی۔ خواتین کی متوقع عمر 2005 سے 2015 کے مقابلے میں 4 برس کے اضافے کے ساتھ 67.3 ہوگئی تاہم کئی ہلاکتیں ایسی بیماریوں سے ہوئیں جن سے بچاؤ ممکن تھا۔
- ایچ آر سی پی نے ذرائع ابلاغ میں چھپنے اور نشر ہونے والی اطلاعات کی مانیٹرنگ کی جس سے معلوم ہوا کہ 2016ء میں 2500 خواتین کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی و گھریلو تشدد کا نشانہ بنانے کے علاوہ انہیں جلایا گیا اور اغواء کیا گیا۔

بچے

- 44 فیصد بچے ناقص افزائش کا شکار ہوئے۔
- دنیا بھر میں 26 کروڑ، تیس لاکھ (263 ملین) کمسن، بالغ بچے اور نوجوان اسکول نہیں جاتے جن میں سے 9 فیصد (دوکروڑ،

چالیس لاکھ) کا تعلق پاکستان سے ہے۔

- بچوں کے خلاف جنسی حملے، بچوں کی فحش نگاری اور اسمگلنگ کو جرم قرار دیا گیا۔ 2016ء میں جنسی بدسلوکی کے کل 4139 واقعات پیش آئے جن میں بچوں کے اغواء، گمشدگی اور کم عمری کی شادی کے واقعات بھی شامل تھے۔ اس تناسب سے ہر دن بچوں کے ساتھ بدسلوکی کے 11 واقعات پیش آئے اور ان میں 2015ء کی نسبت 10 فیصد اضافہ ہوا۔
- کئی بچوں کو جبری مشقت اور جنسی مقاصد کے لئے کی گئی اسمگلنگ کے ذریعے استحصال کا بدستور نشانہ بنایا جاتا رہا۔

محنت کش

- پاکستان کی 6 کروڑ، 10 لاکھ (61 ملین) سے زائد افرادی قوت کو معاشی حرکیات اور مزدوروں کے حقوق کے تحفظ پر مامور کمزور اداروں کی بدولت تیز رفتار تبدیلی کا سامنا کرنا پڑا۔
- مزدوروں کی صحت اور سلامتی اور بچوں کی مشقت کی روک تھام (پنجاب میں) کے لیے بعض قوانین منظور کیے گئے، تاہم مزدوروں کے حقوق کے نظام میں بہتری لانے میں ناکامی، قانون کے نفاذ میں ناکامی، سہ فریقی طریقہ کار کے بدستور تعطل، اور یونین سازی کا حق دینے سے انکار کی بدولت مزدوروں کے حقوق کی پامالی میں اضافہ ہوا ہے۔
- مزدوروں نے اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کی اور انہیں اس عمل میں ریاست کو بھی شامل کرنا پڑا جو مزدوروں کے تحفظ کی ذمہ داری سے تقریباً دستبردار ہو چکی تھی۔
- ایسی کئی شکایات سامنے آئیں کہ مزدوروں کو مقرر کردہ کم از کم 14000 روپے ماہانہ معاوضہ نہیں دیا جا رہا۔

تعلیم

- اسکول سے باہر بچوں کی تعداد اڑھائی کروڑ سے کم ہو کر دو کروڑ چالیس لاکھ اور بالغوں کی شرح خواندگی 58 فیصد سے کم ہو کر 56.4 فیصد رہ گئی۔
- ملک میں تقریباً 48 فیصد اسکولوں میں بیت الخلاء، چار دیواریاں، بجلی اور پینے کا صاف پانی موجود نہیں تھا۔
- وفاق اور دو صوبائی حکومتوں -پنجاب اور بلوچستان- نے تعلیم کے شعبے کے لیے اپنا بجٹ کم کر دیا حالانکہ ان صوبوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ تعلیم کو ترجیح دے رہے ہیں۔
- صوبے یا تو بچوں کے لیے مفت اور لازمی تعلیم کے حق سے متعلق قانون بنانے یا پھر قانون کے من و عن نفاذ میں ناکام رہے۔
- 2015ء کی طرح 2016ء میں بھی ذہنی معذور طالب علموں کے حالات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

صحت

- پاکستان نے جی ڈی پی کا محض 0.9 فیصد صحت پر خرچ کیا اور ملک میں 1,038 افراد کے لیے ایک ڈاکٹر، 1,613 مریضوں کے لیے ایک بستر اور 11,513 افراد کے لیے ایک دندان ساز موجود تھا جو انتہائی ناکافی تھے۔
- یونیسیف کے مطابق، پاکستان شیر خوار اور نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات کے لحاظ سے انتہائی حوصلہ شکن صورتحال کی جانب گامزن ہے۔
- ملک میں تقریباً پانچ کروڑ افراد مختلف نفسیاتی مسائل کا شکار تھے، لیکن ملک میں صرف 320 ماہرین نفسیات اور نفسیاتی امراض کے صرف پانچ ہسپتال موجود تھے۔
- پاکستان میں میں وائلڈ پولیو وائرس ٹائپ 1 (ڈبلیو پی وی) کا انتقال جاری رہا اور 2016 میں، ملک میں پولیو کے 20 کیسز سامنے آئے۔

رہائشی سہولیات

- جعلی رہائشی سوسائٹیاں آگاہی کی مہمات اور کریک ڈاؤن کے باوجود کام کرتی رہیں۔
- کچی آبادیاں خالی کرانے کی سرکاری کارروائیاں صرف پاکستان کو درپیش ہاؤسنگ کے بحران کو ہی بے نقاب کر سکیں۔
- حکومت کی جانب سے شہریوں کو رہائشی سہولیات کی فراہمی کے حوالے سے گزشتہ سال کے مقابلے میں معمولی سی بہتری دیکھنے کو ملی۔
- کئی افسوس ناک واقعات ہاؤسنگ کے عمل میں رکاوٹ بنے۔

ماحولیات

- جرمن واچ کے عالمی موسمی خطرات کے گوشوارے 2017ء کے مطابق پاکستان ان سات ممالک میں شامل ہے جنہیں موسمی تبدیلی کے باعث سب سے زیادہ خطرات کا سامنا ہے۔
- پاکستان کو ماحولیاتی تنزلی کے نقصانات کے باعث ہر سال اپنے جی ڈی پی کے 9 فیصد سے ہاتھ دھونا پڑ رہا ہے۔
- 80 فیصد پاکستانی آلودہ یا غیر محفوظ پانی پی رہے تھے۔
- پاکستان ان 10 ممالک میں شامل تھا جہاں کے شہری علاقوں کی اکثریت صحت و صفائی کی سہولت سے محروم تھی۔
- عالمی ادارہ صحت کی 2016ء کی رپورٹ کے مطابق سب سے زیادہ فضائی آلودگی والے شہروں کی فہرست میں پشاور کا دوسرا جبکہ راولپنڈی کا چوتھا نمبر تھا۔

مہاجرین

- 2016ء میں 381,275 رجسٹرڈ افغان مہاجرین نے وطن واپسی کا فیصلہ کیا۔ سب سے بڑی تعداد (308,171) خیبر پختونخوا سے گئی۔ 241,745 غیر رجسٹرڈ افغان بھی آئی او ایم کی مدد سے وطن واپس گئے۔
- افغانستان وطن واپس جانے والے رجسٹرڈ افغان گھرانوں میں سے 10 فیصد گھرانوں کی سربراہ عورتیں تھیں۔
- 2016ء میں رجسٹرڈ مہاجرین کی وطن واپسی کی حتمی مدت میں دوبارہ توسیع کی گئی۔
- زیر نظر سال کے دوران نقل مکانی کرنے والے کم از کم 700,000 افراد (نقل مکانی کرنے والے 1140511 گھرانے) اپنے آبائی علاقوں کی طرف لوٹے۔ 76,507 گھرانے بدستور نقل مکانی جیسے حالات میں تھے۔
- 2010ء سے گلگت بلتستان میں نقل مکانی کرنے والے تقریباً 3000 افراد تقریباً نصف درجن آئی ڈی پی خیموں میں تھے۔
- بنگلہ دیش میں پھنسے تقریباً اڑھائی لاکھ پاکستانیوں کی اذیت ختم کرنے کے لیے کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔

عدم تحفظ کی قیمت

آئی۔اے۔رحمان

حکومت نے اپنے گرد عدم تحفظ کا حصار بنانے کے لیے کافی محنت کی ہے۔ بہتر نظم ونسق برقرار رکھنے میں اپنی نااہلی کے بنیادی اسباب سے نپٹنے کی بجائے، حکومت نہ صرف حزب مخالف اور اختلاف رائے بلکہ دوستانہ مشورے جسے وہ غیر ضروری تنقید قرار دیتی ہے، کوبھی برداشت نہیں کررہی ہے۔

حکومت کی کینہ پروری کا تازہ ترین نشانہ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق (این سی ایچ آر) بنا ہے۔ کہا جارہا ہے کہ حکومت نے کمیشن کو وزارت انسانی حقوق کے ماتحت کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے یا وہ ایسا کرنے کی تیاریاں کررہی ہے۔ چونکہ حکومت سمجھتی ہے کہ وہ اپنے اقدامات کی وضاحت کرنے کی پابند نہیں چنانچہ این سی ایچ آر کو اس کی خودمختاری سے محروم کرنے کا کوئی جواز پیش نہیں کیا گیا۔

البتہ، یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ بیوروکریسی نے خودمختار نگران کاراداروں کو برداشت کرنا سیکھا ہی نہیں۔ شاید کمیشن اپنے فیکٹ فائنڈنگ مشنوں کی رپورٹس، مثال کے طور پر تھرپارکر میں انسانوں کے لیے اپنے پیدا کردہ بحرانوں پر فیکٹ فائنڈنگ مشن کی رپورٹ اور خاص طور پر بلوچستان میں جبری گمشدگیوں کے واقعات کی چھان بین کی کوششوں سے انتظامیہ کے بعض طاقتور حلقوں کی ناراضگی مول لے بیٹھا ہے۔

این سی ایچ آر کے ساتھ انتظامیہ کی ناراضگی کا ایک حالیہ واقعہ جو منظر عام پر آیا ہے، وہ یہ ہے کہ کمیشن رواں برس مارچ میں ایک اجلاس کے دوران ایذارسانی کے خلاف کمیٹی (کیٹ) کو ملک میں ایذارسانی سے متعلق اپنی رپورٹ پیش کرنے کی 'جسارت' کر بیٹھا تھا۔ اگر کمیشن اپنی رپورٹ میں غلط بیانی کا مرتکب ہوا تھا یا اُس نے کسی پروٹوکول کی خلاف ورزی کی تھی تو ان معاملات پر کھلے عام بحث کی جائے۔

جنیوا میں پاکستان کو جس ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ایذارسانی اور غیر انسانی یا تضحیک آمیز سلوک کے خلاف میثاق کی توثیق کے بعد پاکستان نے جو ابتدائی رپورٹ پیش کی تھی وہ انتہائی غیر معیاری تھی اور لاپرواہی کے ساتھ تیار کی گئی تھی اور یہ کہ سرکاری مندوبین کیٹ کے سوالات اور مشاہدات پر سنجیدہ ردعمل کا مظاہرہ کرنے میں ناکام رہے تھے۔

علاوہ ازیں، سول سوسائٹی کو کچھ حد تک علم ہے کہ انتظامیہ اور بعض قانون سازوں کی عداوت نے کمیشن کے کام کو کس طرح متاثر کیا ہے۔ ایسی شکایات منظر عام پر آئی ہیں کہ اپنی تشکیل کے بعد طویل عرصہ سے کمیشن کو انتظامیہ کی وہ مدد نہیں مل سکی جو اُسے ملنی چاہیے تھی۔ پاکستان میں انسانی حقوق کا فروغ اور انسانی حقوق کے محافظین کا تحفظ شاید اتنا مشکل کام بن چکا ہے کہ کوئی بھی ادارہ مختصر وقت میں لوگوں کی خواہش اور توقع کے مطابق نتائج برآمد نہیں کرسکتا۔

تاہم صورت حال جو بھی ہو، این سی ایچ آر کی خودمختاری میں مداخلت کی کوئی بھی کوشش پیرس اصولوں (Paris Prrinciples) کی سنگین خلاف ورزی ہوگی، اور حکام کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ انسانی حقوق کے قومی ادارے کو عالمی کونسلوں کی نظروں میں ایک حقیقی ادارہ ثابت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان اصولوں کی مکمل پاسداری کی جائے۔

این سی ایچ آر کو کسی وزارت یا کسی دوسرے ادارے کے ماتحت کرنے سے، پاکستان کو اس تمام نیک نامی سے ہاتھ دھونا پڑیں گے جو اس نے این سی ایچ آر قائم کر کے کمائی تھی۔ حکومت کو این سی ایچ آر کے عہدیداروں سے جو بھی شکایات ہوں، اس کی سزا کمیشن کو نہیں دی جاسکتی۔ آڈیٹر جنرل کے کام سے عدم اطمینان سے اس کے دفتر کی خودمختاری میں مداخلت کا جواز پیدا نہیں ہوجاتا۔ اسی طرح پارلیمان کی غیر تسلی بخش کارکردگی کا مطلب یہ نہیں کہ اسے شعبہ پولیس کے ماتحت کردیا جائے۔

> این سی ایچ آر کو کسی وزارت یا کسی دوسرے ادارے کے ماتحت کرنے سے، پاکستان کو اس تمام نیک نامی سے ہاتھ دھونا پڑیں گے جو اس نے این سی ایچ آر قائم کر کے کمائی تھی۔

این سی ایچ آر کی آزاد حیثیت میں دخل اندازی کی کوششیں بدنیتی پر مبنی ہیں اور انہیں فی الفور ترک کیا جائے۔

سول سوسائٹی کی تنظیموں ((سی ایس اوز) کے خلاف حکومتی مہم اس سے بھی زیادہ غیر منصفانہ اقدام ہے۔ سی ایس اوز کی رجسٹریشن کے طریقہ کار میں بے جا تبدیلیاں لاکر اور ان کی روزمرہ کی سرگرمیوں کو کنٹرول کرنے کے لیے انتظامیہ کے اختیارات میں اضافہ کرکے، ان کے اظہار رائے کی آزادی کے حق کی پامالی اور ان کی سرگرمیوں کو محدود کرنے کی کوششیں تو جاری ہیں ہی، انہیں ہراساں کرنے کے نئے طریقے بھی ایجاد کئے جارہے ہیں۔ غیر منافع بخش بنیادوں پر کام کرنے والی تنظیموں پر ٹیکس کا نفاذ، ان کی تشکیل پر آنے والے اخراجات کی بے جا حد بندی، سوشل میڈیا پر کریک ڈاؤن اور ٹیلی کام ایکٹ میں ترمیم کی تجاویز بھی ان نئے طریقوں کا حصہ ہیں۔

سول سوسائٹی کا گلا گھونٹنے کی ان تمام کوششوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حکومت کو ایک متحرک سول سوسائٹی کے وجود کو تسلیم کرنے سے مشکل پیش آرہی ہے۔ مزید برآں وہ معاہدہ عمرانی، جو کہ ریاست کی اساس ہے، کی ریاستی خلاف ورزی کے خلاف عوام کی حمایت کرنے کے سول سوسائٹی کے حق کو بھی تسلیم نہیں کر پارہی۔ سول سوسائٹی کی کوئی بھی تنظیم قانون سے بالاتر ہونے کا دعویٰ نہیں کرتی، تاہم اسے جابر انتظامیہ کی زیادتیوں سے تحفظ طلب کرنے کا حق ضرور ہے۔

حکومت کو سی ایس اوز سے دو بنیادی شکایات ہیں۔ اول، یہ ماورائے قانون قتل، جبری گمشدگیوں، خواتین، اقلیتوں اور ریاستی عہدیداروں کے تکبر کا نشانہ بننے والوں کے حقوق کی خلاف ورزیوں کے خلاف سول سوسائٹی کے احتجاج کو پسند نہیں کرتی۔ سی ایس اوز کی یہ سرگرمیاں ریاست کے خلاف ہرگز نہیں ہیں، بلکہ ان سرگرمیوں کا مقصد یہ ہے کہ ریاست زیادہ موثر طور پر عوام کی خدمت کرسکے اور انصاف پر مبنی نظم ونسق کو فروغ ملے۔ جو ریاست سول سوسائٹی کو عوام کے حقوق ومفادات کے نگہبان کے طور پر گوارہ نہیں کرتی، وہ دراصل آمریت قائم کرنے کی جستجو ظاہر کررہی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں، وہ مفت دوستانہ مشورے سے مستفید ہونے کا موقع بھی ضائع کرتی ہے۔

سی ایس اوز کے خلاف حکومت کی دوسری شکایت یہ ہے کہ وہ عالمی فورموں پر حکومتی خامیاں بے نقاب کر کے ملک کی رسوائی کا سبب بنتی ہیں۔ حکام یہ بات بھول جاتے ہیں کہ سی ایس اوز کو حکومتی کارکردگی رپورٹ کرنے کا حق حکومت نے عالمی معاہدات پر دستخط کر کے خود تفویض کیا ہے۔ پاکستان کے متعلق دنیا جتنا جانتی ہے، اتنا تمام سی ایس اوز مل کر بھی نہیں جانتیں۔ سی ایس اوز کے پاس ایسے کوئی راز نہیں جو وہ ان عناصر کو دے دیں گی جنہیں پاکستان پسند نہیں کرتا۔

ریاست کو چاہیے کہ وہ متبادل رپورٹس پیش کرنے کی استعداد رکھنے والی معتبر پاکستانی تنظیموں کے وجود کو کھلے دل سے قبول کرے کیونکہ یہ عالمی برادری کو پاکستان کے بیرونی دشمنوں کے پراپیگنڈہ کے زیراثر آنے سے روکتی ہیں۔ چنانچہ، سی ایس اوز پر پاکستان کو رسوا کرنے کا الزام بے بنیاد ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ عالمی برادری میں پاکستان کے برے تشخص کی بنیادی وجہ حکومت کے اپنے اقدامات اور کوتاہیاں ہیں۔

حکام اپنے عدم تحفظ کے احساس سے جنم لینے والے خوف سے چھٹکارا پانا چاہتے ہیں تو اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ وہ طاقت کے دیگر ایوانوں کے ساتھ موثر طریقے سے اپنے معاملات طے کریں، سماجی انصاف کو فروغ دیں، ایک فلاحی ریاست کے قیام کی طرف پیش قدمی کریں، حزب مخالف کے حقوق کا احترام کریں اور اختلاف رائے کو اپنے لیے ایک ایسا حفاظتی دریچہ سمجھتے ہوئے خوش آئند قرار دیں جو انہیں ایک کے بعد دوسری آفت کا شکار ہونے کی حماقت سے بچائے گا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

پشاور میں سکھوں کے سکول کو عمارت خالی کرنے کا نوٹس

خیبر پختونخوا کے دارالحکومت پشاور میں مالک مکان نے سکھ برادری کے نجی سکول کی عمارت خالی کرنے کا حکم دیا ہے، جس کے بعد سکھ برادری کے لوگوں نے عمارت خریدنے کے لیے چندہ مہم شروع کر دی ہے۔

دی رائزنگ ہوپ پبلک سکول سکھ برادری نے تین سال پہلے قائم کیا تھا جس میں سکھوں کے 80 فیصد بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں جبکہ باقی 20 فیصد طلبہ و طالبات میں دیگر اقلیتی برادریوں اور مسلمان بچے شامل ہیں۔ اس سکول میں زیادہ تر بچے قبائلی علاقوں سے نقل مکانی کر کے پشاور منتقل ہونے والے سکھ خاندانوں کے ہیں جن میں خیبر ایجنسی، کرم ایجنسی اور اورکزئی ایجنسی کے لوگ شامل ہیں۔

یہ سکول تین برسوں میں تین عمارتیں تبدیل کر چکا ہے۔ یہ سکول اب سکھوں کے قدیم گوردوارہ بھائی بیبا سنگھ کے قریب کرائے کے ایک مکان میں قائم ہے اور اس کا کرایہ 30 ہزار روپے ماہانہ ہے۔

سکھ برادری کے رہنما ملک گرپال سنگھ نے بی بی سی کو بتایا کہ یہ عمارت جس میں سکول قائم ہے ان کے گردوارے کے قریب ہے جہاں انھیں مکمل سکیورٹی حاصل ہے اور اگر سکول یہاں سے کسی اور جگہ منتقل ہو گیا تو پھر انھیں سکیورٹی کے مسائل درپیش ہوں گے۔

انھوں نے کہا کہ مالک مکان چار مرلے کے اس مکان کی قیمت 75 لاکھ روپے مانگ رہا ہے جس کے لیے انھوں نے اب مہم شروع کی ہے تاکہ سکول ایک مستقل عمارت میں قائم ہو اور انھیں بار بار عمارت تبدیل نہ کرنی پڑے۔

گرپال سنگھ کا کہنا تھا کہ سرکاری سکولوں میں ان کے بچوں کو اسلامی تعلیم دی جاتی ہے جہاں ان کے بچوں کو ان کے مذہب کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ اس کے علاوہ سرکاری سکولوں میں ان کی برادری کے بچے جانے سے کتراتے ہیں۔

اس سکول کے ڈائریکٹر ہردیال سنگھ نے بتایا کہ یہ سکول پہلی جماعت سے لے کر ساتویں جماعت تک ہے جس میں صبح کی نشست میں اڑھائی سو اور شام کے وقت ٹیوشن کے لیے ایک سو طلبہ اور طالبات تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس سکول میں کمپیوٹر کے علاوہ انگریزی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے اور اب خواتین کے لیے فنی تربیت کی کلاسیں بھی شروع کی جارہی ہیں۔

اس سکول میں بیشتر اساتذہ مسلمان ہیں اور اس میں بچوں کو دور حاضر کے تمام مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔

ہردیال سنگھ کے مطابق ان کی برادی کے لوگ تعلیم میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں خاص طور پر تعلیمی ادارہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کی لڑکیاں تعلیم حاصل نہیں کر پا رہی ہیں۔

سکھ برادری کے لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ اپنے لوگوں کے لیے جو کچھ کر رہے ہیں اپنے طور پر کر رہے ہیں اس میں حکومت کی جانب سے ان کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کیا جا رہا۔

ان کا کہنا تھا کہ اگر حکومت ان کی مدد کرے تو شاید وہ اپنے اس سکول میں بچوں کو تعلیم فراہم کرنے کا سلسلہ بہتر انداز میں جاری رکھ سکیں گے۔

(بشکریہ بی بی سی)

لاشوں کا جینا کیا اور مرنا کیا؟

وسعت اللہ خان

جنوبی پنجاب سے گزرنے والی قومی شاہراہ کا یہ سیکشن جہاں پٹرول کا ٹینکر الٹا اس سیکشن پر پنجاب اور خیبر پختونخوا سے کراچی و بلوچستان آنے جانے والی بھاری ٹریفک چوبیس گھنٹے رواں رہتی ہے۔ رات کو یہ ٹریفک فل بیم ہیڈ لائٹس کے ساتھ چلتی ہے اور سامنے سے آنے والے کو کچھ نظر نہیں آتا۔

گنے کی کٹائی اور کرشنگ سیزن میں بہاولپور تا رحیم یار خان قومی شاہراہ کے ہر دسویں کلومیٹر پر قائم شوگر مل کے سبب ہائی وے پر تاحدِ نگاہ دو رویہ ٹریکٹر ٹرالیوں کا راج ہوتا ہے اور ہر ٹرالی پر گنجائش سے کم از کم تین گُنا گنا لدا ہوتا ہے۔ ان ٹرالیوں کی نہ ہیڈ لائٹس کام کرتی ہیں نہ بیک لائٹس۔ لہٰذا گنے کے کرشنگ سیزن میں اس سیکشن پر اندھی ٹریکٹر ٹرالیوں کی چپیٹ میں جتنے راہگیر یا مسافر آتے ہیں ان کی مجموعی تعداد کم وبیش اتنی ہی بنتی ہے جتنی آج کے حادثے میں جھلسنے والوں کی ہے۔

ہاں مرنے والوں کی اکثریت غریب، ان پڑھ اور محروم لوگوں کی تھی جو شاید تماشہ دیکھنے آ گئے تھے یا پھر چند لیٹر پٹرول لوٹ کے تھوڑے بہت پیسے بچانا یا کمانا چاہتے تھے۔ مگر ان پڑھ ہونے کے باوجود یہ ویسے ہی لوگ تھے جیسے اسلام آباد، لاہور اور کراچی سمیت کہیں کے بھی پڑھے لکھے لوگ ہوتے ہیں۔

کسی بھی شہر یا قصبے میں بڑا حادثہ چھوڑ دیں کبھی دو موٹر سائیکلوں کی ٹکر کے بعد کا منظر دیکھیے۔ اچانک ایک ہجوم اکٹھا ہو جائے گا۔ اس میں سے بس دو چار لوگ ہی زخمی یا گرنے والے کی مدد کے لیے آگے بڑھتے ہیں۔ باقی خاموش تماشائی یا پھر مدد کی بجائے مفت کا مشورہ دینے والے ہوتے ہیں۔ اس بے مصرف ہجوم کے سبب ٹریفک جام شروع ہو جاتا ہے۔ زخمی وہیں پڑے ہیں مگر ہر آتی جاتی کار سیلفی لینے کے چکر میں ان کے قریب سے اتنی آہستہ سے گزرے گی گویا زندگی میں پہلی بار موٹر سائیکل کا حادثہ دیکھا ہو۔

تو احمد پور شرقیہ سے گزرنے والی نیشنل ہائی وے کے اردگرد واقع سات آٹھ بستیوں کے لوگوں کو بھی جب پتہ چلا ہوگا کہ ایک آئل ٹینکر کہ جس میں ہزاروں لیٹر پٹرول بھرا ہے الٹ گیا ہے تو وہ دوڑ پڑے ہوں گے۔

یہ سب مرنے اور بچنے والے ہم ہی تو ہیں۔ جنہیں نہ کل پر یقین نہ آج پر۔ نہ آنے والے کل پر۔ نہ کسی پر نہ کسی کے وعدے پر۔ بھاگتے بھوت کی لنگوٹی ہی سہی پر عمل پیرا ہم لوگ کہ جن کے سامنے بھلے شادی یا مرگ کا کھانا چنا ہو ٹرین یا بس میں سوار ہونا ہو امدادی ٹرک سے سامان چھیننے کا مرحلہ ہو کہ فضا سے گرائی جانے والی خوراک تک پہنچنے کی ہوڑ کہ کٹی پتنگ لوٹنے کی آرزو۔

بے رنگی و دیہی یکسانیت سے بور بچوں کے لیے یہ منظر کسی ایڈونچر سے کم نہ ہوگا اور وہ ٹینکر کے زیادہ سے زیادہ قریب ہو کر تماشا چاہ رہے ہوں گے۔ پیچھے پیچھے ان بچوں کی مائیں، خالائیں اور بڑی بہنیں بھی دوڑی دوڑی آئی ہوں گی۔ موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے کنستر، واٹر کولر، دیگچیاں، بالٹیاں اور جیری کین بھی نکل پڑے۔ بیسیوں موٹر سائیکلیں بھی بہتی گنگا سے ٹنکی فل کرنے کا خواب لیے ٹینکر کی طرف لپکیں۔ سنا ہے چھ کاریں بھی آگ میں جل کر راکھ ہو گئیں۔ شاید یہ بڑے شہروں کے وہ مسافر ہوں جنہوں نے عید کے سفر کی یکسانیت اور تکان سے بور ہونے کے سبب کچھ منٹ کے لیے رک کر یہ حادثاتی تماشا دیکھنا مناسب سمجھا ہو۔

یہ سب مرنے اور بچنے والے ہم ہی تو ہیں۔ جنہیں نہ کل پر یقین نہ آج پر۔ نہ آنے والے کل پر۔ نہ کسی پر نہ کسی کے وعدے پر۔ بھاگتے بھوت کی لنگوٹی ہی سہی پر عمل پیرا ہم لوگ کہ جن کے سامنے بھلے شادی یا مرگ کا کھانا چنا ہو ٹرین یا بس میں سوار ہونا ہو امدادی ٹرک سے سامان چھیننے کا مرحلہ ہو کہ فضا سے گرائی جانے والی خوراک تک پہنچنے کی ہوڑ کہ کٹی پتنگ لوٹنے کی آرزو۔ ایسے تمام مرحلوں اور معاملات میں ہم سب ایک ہیں۔ جہاں جس کا ہاتھ پڑ جائے۔ کسی کی پہنچ صرف الٹے ٹینکر کے تیل تک ہے تو کسی کی خزانے اور جیب تک۔ مفت میں سانپ بھی ہاتھ آ جائے تو سبحان اللہ۔

ہاں ان جاہلوں کو پتہ ہونا چاہیے تھا کہ یہ آئل ٹینکر نہیں موت کا پھندہ ہے۔ سنا ہے اس ٹینکر کے ڈرائیور نے بھی ہجوم کو روکنے کی کوشش کی۔ سنا ہے کہ موٹر وے پولیس نے بھی انہیں سمجھانے اور دھکیلنے کی کوشش کی۔ مگر جو ٹریفک کی لال بتی پر نہ رکے وہ الٹے ٹینکر کو دیکھ کے کیسے رکے گا؟ کیا صحافی اور سیاستدان جائے دھماکہ یا حادثہ کی حفاظت کے لیے چاروں طرف لگائی پیلی پٹی تک آ کے رک جاتے ہیں؟

اس علاقے کے بھاری بھرکم رہنما شاہ محمود قریشی نے حکومت پر تنقید کرتے ہوئے سوال اٹھایا کہ ہر ضلعی ہسپتال میں جلے ہوئے لوگوں کی فوری مدد کے لیے آخر برنز وارڈ کیوں نہیں؟ یہ بات شاہ صاحب کو آج ہی کیوں یاد آئی؟ کیا وہ آج ہی سیاست میں آئے ہیں؟

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جواب راکھ جستجو کیا ہے (غالب)۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

ملزمان کی فائرنگ سے کانسٹیبل جاں بحق

لکی مروت

قبائلی علاقہ جات سے متصل تجوڑی بازار میں ملزمان کی فائرنگ سے پولیس کانسٹیبل مومن خان جاں بحق ہو گیا۔ تفصیلات کے مطابق گزشتہ شب تجوڑی پولیس ملزم محمد علی عرف ورلو ولد سعد اللہ سکنہ تجوڑی اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ اپنے گھر میں موجود ہے۔ اطلاع کی تصدیق کے لیے پولیس کانسٹیبل مومن خان ان کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا جونہی وہ ان کی بیٹھک پہنچا تو مبینہ ملزمان محمد علی عرف مدلو صابر پسران سعد اللہ اور نور اسلم ولد نیکم سکنہ تجوڑی جو کہ مسلح ہو کر تیار کھڑے تھے نے کانسٹیبل مومن خان پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں وہ شدید زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا تھا۔ بعد میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔

(محمد ظاہر شاہ)

انسانی حقوق کی محافظین کو درپیش مشکلات اور ذرائع ابلاغ کا کردار

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) یکم اپریل کو اپنے سالانہ عمومی اجلاس (اے جی ایم) کے موقع پر ایک سیمینار کا انعقاد کیا جس میں ایچ آر سی کے ملک بھر سے رضا کارکنان، جنرل باڈی کس اراکین، چیپٹر دفاتر کے عہدیداروں، ایچ آر سی پی کے مرکزی دفتر لاہور کے عہدیداروں، ملک کے نامور صحافیوں، دانشوروں اور انسانی حقوق کے فعال کارکنوں نے شرکت کی۔ سیمینار میں ملک میں انسانی حقوق کے محافظین کو درپیش مشکلات کا جائزہ لیا گیا۔ مقررین میں ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنرل آئی اے رحمان، سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کی سابق صدر اور انسانی حقوق کی نامور کارکن عاصمہ جہانگیر اور ملک کے ممتاز صحافی غازی صلاح الدین تھے۔ سیمینار کی روداد ذیل میں پیش خدمت ہے۔

عاصمہ جہانگیر

میرا خیال ہے کہ آج کل لوگوں کے ذہنوں میں جو موجودہ مسائل ہیں وہ اور نوعیت کے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی حقوق کے محافظین کو درپیش مشکلات ایک اہم معاملا ہے مگر ان مشکلات کو ہم نے ملک کے دیگر اہم مسائل کے ساتھ جوڑ کر دیکھنا ہے اور اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ ان حالات میں انسانی حقوق کے محافظین کو کس طرح کام کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی کہ انہیں اپنا تشخص اور ساکھ کیسے بہتر کرنی ہوگی۔ میں رحمان صاحب اور غازی صلاح الدین سے بھی گزارش کرتی ہوں کہ وہ ان تمام معاملات کا جائزہ لیں۔ میں یہ بات اس لیے کر رہی ہوں کیونکہ جب ہم نے ایچ آر سی پی کی بنیاد رکھی تھی تب انسانی حقوق کا لفظ ایک برا لفظ سمجھا جاتا تھا۔ انسانی حقوق کی بات کرنے والوں کو صرف لبرل ہی نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ انہیں بری نگاہ سے بھی دیکھا جاتا تھا مگر آج انسانی حقوق کی بات وہ سیاسی جماعتیں بھی کرتیں ہیں جنہوں نے ماضی میں انسانی حقوق کو چیلنج کیا اور کہا کہ ان حقوق کا ہمارے معاشرے میں کوئی تصور نہیں۔

یہ بات میں آپ سے اس لیے کہہ رہی ہوں کیونکہ ہم بہت دفعہ چیلنج ہوتے ہیں خاص طور پر میڈیا میں کہ آپ لوگ تو انسانی حقوق والے لوگ ہیں آپ لوگ تو لبرل ہیں تو میں بذات خود اس کو بری بات نہیں سمجھتی اور میں نے اپنے کئی ساتھیوں کو دیکھا ہے کہ وہ وضاحت کرتے ہیں۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ ہمیں فخر ہے کہ ہم انسانی حقوق کے کارکن ہیں اور ہمیں فخر ہے کہ ہماری سوچ ترقی پسند ہے اور یہ کہ انسانی حقوق کے کارکنوں اور ترقی پسند سوچ رکھنے والے لوگوں نے پاکستان میں ملک کو اور اپنے لوگوں کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ بلکہ ملک و معاشرے کو ہمیشہ ان لوگوں نے نقصان پہنچایا ہے جو تنگ نظر ہیں، جو انتقام کی سیاست پر یقین رکھتے ہیں اور لوگوں کو زدوکوب کرتے ہیں۔ انہوں نے یہاں صرف نفرتیں پھیلائیں، کلاشنکوف کلچر پھیلایا، خون ریزی کروائی، دہشت گردی پھیلائی، ملک دو ٹکڑے کروائے اور لسانیت کی بنیاد پر لوگوں کو تقسیم کیا اور کوئی اگر چھوٹے صوبے کی بات کرے تو ان کو یہ پریشانی لاحق ہوجاتی ہے کہ ملک کی سلامت کا کیا ہوگا۔ ملک کوئی آسمان سے تو نہیں اترتا؟ ملک لوگوں کے لیے بنتا ہے لوگ ملک کے لیے نہیں بنتے۔ تو میرا خیال ہے کہ ہمیں اب اپنے بیانیے اور نظریے پر معذرت کرنے کی بجائے آگے بڑھ کر یہ باتیں کرنی چاہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ انسانی حقوق کے محافظوں کو کیا مشکلات درپیش ہیں؟ اگر میں اپنی ذات کے بارے میں کہوں کہ مجھے کیا چیلنجز ہیں تو آج مجھے ماضی کی نسبت بہت کم چیلنجز ہیں کیونکہ ماضی میں آپ کے ساتھی بہت کم تھے۔ آج آپ کے ساتھی بہت زیادہ ہیں باوجود اس کے کہ ٹیلی ویژن چینل ڈاکٹر مہدی حسن کو پسند نہیں کرتے کہ وہ وہاں جائیں پھر بھی ٹی وی ان کو بلاتا ہے کیونکہ وہ ان کی مجبوری ہے۔ کیونکہ لوگ ہمیں سننا چاہتے ہیں تو ٹی وی چینل ہمیں بلاتے ہیں حالانکہ جو لوگ یہاں پر حقیقی حکمران ہیں، ملک کا اصل اقتدار جن کے ہاتھ میں ہے، وہ ہماری آواز کو بند کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے اب جب بھی وہ ہمارے خلاف ایک دم پروپیگنڈہ کرتے ہیں تو اس سے میں پریشان نہیں ہوتی۔ پہلے میں پریشان ہوجایا کرتی تھی اب میں سمجھتی ہوں کہ اب میں واقعی موثر ہوگئی ہوں تو وہ میرے خلاف یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ اگر میں موثر نہ ہوتی تو وہ میرے خلاف پروپیگنڈہ نہ کرتے۔ ان کو تکلیف دینا ہمارے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے کیونکہ ہمارے کام سے ان کی سوچ کو تکلیف ہوتی ہے۔ ہم چاہے جان بوجھ کر نہیں کرتے مگر کیونکہ ہمارا کام ہوتا ہوا ان کو نظر آتا ہے اور عام لوگ اس کو سراہتے ہیں اس لیے ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارا کام لوگوں میں بہت زیادہ مقبول ہو رہا ہے۔ ہمارے جو ساتھی شورش زدہ علاقوں میں کام کرتے ہیں یا شورش کے بعد کے

علاقوں میں کام کرتے ہیں، ان کے لیے سب سے فوری چیلنج ہے ضروری نہیں کہ وہ انسانی حقوق کے محافظین ہی ہوں کیونکہ انسانی حقوق کے محافظ کی اصطلاح بہت وسیع ہے۔ چاہے وہ صحافی ہو، انسانی حقوق کے کارکن ہوں، سماجی کارکن ہوں، یا سوشل میڈیا ایکٹوسٹ ہوں، وہ شورش زدہ علاقوں میں نہایت خوف ہراس کا شکار رہتے ہیں اور خاص طور پر اس لیے بھی شکار رہتے ہیں کیونکہ ان کو تحفظ کہیں سے بھی نہیں ہے۔ نہ عدالتیں ان کا تحفظ کرتیں ہیں نہ ریاست ان کا تحفظ کرتی ہے۔ میں آپ کو ایک مثال دیتی ہوں بلوچستان، کی جہاں پر خودکش حملے ہوتے تھے اور بدقسمتی سے بدستور ہو رہے ہیں۔ مگر جب کوئی تسلیم کرلے کہ یہ خودکش حملہ میں نے کیا ہے تو اخبار والے لازمی اس کو لکھتے ہیں کہ فلاں نے جو ہے اس کو کہا ہے یا تسلیم کیا ہے کہ میں نے کیا ہے۔ کوئٹہ ہائی کورٹ نے ایک فیصلہ سنایا تھا جو ابھی تک کسی نے چیلنج نہیں کیا کیونکہ وہاں کے صحافیوں میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ اس کو چیلنج کرتے۔ جب انہیں کچھ سازگار وقت ملا تو انہوں نے لوگوں سے بات کی اور جب وہ اس فیصلے کو چیلنج کرنا چاہتے تھے اس وقت اسے چیلنج کرنے کی مقررہ مدت گزر چکی تھی۔ اور وہ عدالتی فیصلہ یہ ہے کہ صحافی یہ نہیں لکھیں گے کہ دہشت گردی کی اس کارروائی کی ذمہ داری کس نے قبول کی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب صحافی نہیں لکھتے تھے تو ان کو دہشت گرد تنظیموں کی طرف سے فیکس آجاتی تھی کہ آپ نے ہمارا یہ حکم نہیں مانا کہ آپ اس دھماکے کی ہماری طرف سے ذمہ داری کو کوریج دیں اس لیے ہم اب آپ کو نشانہ بنائیں گے۔ اور اگر وہ ان کے ذمہ داری کے دعوے کو کوریج دیتے تو عدالت انہیں توہین عدالت میں

بلا لیتی تھی ۔اسی طرح، فاٹا میں آئی ڈی پیز کے بارے میں صحافیوں نے لکھنے کی کوشش کی تو ان کو وہاں پر بند کر دیا گیا اور کہا گیا کہ آپ یہ نہیں لکھ سکتے ۔اور خفیہ ادارے مستقل ان کی مانیٹرنگ کرتے ہیں اور ان کو نہ صرف یہ بتاتے ہیں کہ انہیں کیا لکھنا چاہیے بلکہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ انہیں کیا نہیں لکھنا چاہیے۔

اسی طرح گلگت بلتستان میں ہم نے دیکھا کہ بہت سارے کارکن اور صحافی خاموشی کا شکار ہو چکے ہیں اور خاموشی کا شکار ہونا ذہنی دباؤ کی علامت ہے۔ مگر وہاں کوئی ایسی عدالت نہیں ہے جو ان کی مدد کرے یا حکومت میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ان کے لیے کھڑا ہو کر یہ کہہ سکے کہ یہاں کے لوگوں کو اجازت ہونی چاہیے کہ وہ کم از کم اپنا حق تو مانگیں۔ جن لوگوں نے یہ کہا کہ عطا آباد جھیل کے متاثرین کو معاوضہ دیا جائے۔انہوں نے جلوس نکالا تو پولیس نے فائرنگ کی اور ایک باپ بیٹے کو فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔اس کے احتجاج میں پولیس اسٹیشن کے سامنے جب جلوس نکلے تو ان نوجوانوں کو قید کر لیا اور وہ ابھی تک قید میں ہیں۔ان کو دس دس سال قید کی سزا دے دی گئی۔جب یہ حالات ہوں اس جگہ پہ تو میں تو خود کو بہت خوش قسمت سمجھتی ہوں کہ ہمیں یہاں اتنے بڑے چیلنجز درپیش نہیں ہیں۔ہاں ہمارے ہاں انٹیلی جنس ایجنسیوں کے لوگ آ جاتے ہیں۔ پہلے تو آ کر دھمکیاں دیا کرتے تھے اب کم از کم پھول اور کیک لے کر آتے ہیں اور بات کر کے سمجھا بھی دیتے ہیں کہ اگر آپ کچھ اپنی اصلاح نہیں کریں گے تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔ہمیں پتہ ہے کہ فلاں کہاں ہے اور فلاں کہاں ہے مگر بہر حال یہ چیلنجز چلتے رہتے ہیں۔میرا خیال ہے کہ دنیا بھر میں انسانی حقوق کا کوئی ایسا محافظ نہیں ہوگا جس کے سامنے چیلنجز نہیں ہوں گے۔

وہ ممالک جو کہتے تھے کہ ہم آزادیوں کے بانی ہیں وہاں پر بھی آزادی کی شدید اور کھلم کھلا نفی ہو رہی ہے۔مثلاً امیگریشن کے بارے میں نہ صرف امریکہ میں بلکہ پورے یورپ میں مہم جاری ہے۔اس موضوع پر با قاعدہ انتخابی مہمیں چلائی جا رہی ہیں۔یہ بہت اہم معاملہ بن چکا ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ کونسی جماعت امیگریشن کے حق میں ہے اور کونسی اس کے خلاف ہے۔

مجھے چیلنجز اپنے آپ سے ہیں۔پہلی بات یہ ہے کہ انسانی حقوق کے بہت سے کارکن ایسے ہیں جو سنسنی خیزی پھیلانے کے لیے کام کرتے ہیں۔سنسنی خیزی کا مطلب ہے کہ آپ وہ اعداد و شمار دیں گے جو آپ ثابت نہیں کر سکتے۔مثلاً پھانسی پانے والے بچوں کی تعداد چالیس ہے۔آپ کو ایک فرضی مثال دے رہی ہوں۔اب جب ہمیں پریس کے فون آنے شروع ہوتے ہیں تو اگر ہم کہیں کہ نہیں چالیس نہیں ہیں دو ہیں تو ہمارے اوپر ایک سوالیہ نشان پڑ جاتا ہے کہ یہ دو کیوں کہہ رہے ہیں یا فلاں چالیس کیوں کہہ رہا ہے؟ اب وہ اتنے اعتماد سے چالیس کہیں گے کہ ہمارے لیے یہ مشکلات ہو جاتی ہیں اور ایچ آر سی پی کے یہ چیلنجز آج کے نہیں بلکہ بہت پہلے سے ہیں۔مگر ہم نے شروع دن سے یہ اصول اپنا رکھا ہے کہ ہم حقیقت کو سامنے لائیں گے چاہے ہمیں وقتی طور پر نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔اگر ایک ایسا واقعہ ہو گیا ہے جو کہ واقعتاً انسانی حقوق کی خلاف ورزی ضرور ہے مگر وہ بہت بڑی خلاف ورزی نہیں ہے تو اس کا حل بھی اسی سطح پر ہونی چاہیے۔کیونکہ مثلاً جب ایک عورت گھریلو تشدد کا شکار ہوئی ہے تو ہمیں اس کے اوپر شور ضرور ڈالنا چاہیے اور جا کر اس عورت کا تحفظ بھی کرنا چاہیے مگر یہ کہہ دینا کہ اس آدمی کو پھانسی لگا دو میرا خیال ہے ہم تھوڑا سا پھر بہت آگے چلے جاتے ہیں۔ایک طرف سے ہم پھانسیوں کے خلاف ہیں دوسری طرف سے ہم کہتے ہیں کہ اگر ایک عورت کے اوپر گھریلو تشدد ہوا جس کی ہم مذمت کرتے ہیں مگر اس کے اوپر آدمی کو پھانسی چڑھا دیا جائے تو یہ درست نہیں۔ہمیں کچھ توازن رکھنا چاہیے مگر توازن کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم انسانی حقوق کے اصولوں پر سمجھوتہ کریں۔ توازن کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کے لیے بھی آواز اٹھائیں گے جن کے ساتھ آپ بالکل اتفاق نہیں کرتے ۔مثلاً بہت سارے میرے ساتھی جو وکیل ہیں انہوں نے مجھ سے یہ کہا کہ آپ یہ ملٹری کورٹس کے کیسز کیوں کر رہی ہیں آپ کیا دہشت گردوں کے ساتھ ہیں یا دہشت گردوں کے خلاف ہیں؟ مگر ہم دہشت گرد کے ساتھ یا خلاف کی وجہ سے نہیں کر رہے تھے ہم اس وجہ سے کر رہے تھے کہ ہم قانون کی حکمرانی کے ساتھ ہیں۔ہم باضابطہ قانونی کارروائی کی حمایت کرتے ہیں اور اگر کسی کو بھی منصفانہ قانونی کارروائی کا حق نہیں مل رہا تو ہم اس کی رنگ ونسل وغیرہ نہیں پوچھتے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی ملزم ہے تو وہ ملزم ہے اگر اس کے نظریات میرے سے نہیں بھی ملتے تو میں اس کو ملزم ہی سمجھوں گی۔اس لیے ایچ آر سی پی نے فوجی عدالتوں میں جن مقدمات کی پیروی کی اس کی وجہ یہ تھی۔تو یہ جو ایک اختلاف آتا ہے کئی بار اس اختلاف میں ہمیں ذاتیات پر آ کر چیز نہیں دیکھنی بلکہ اپنے سامنے معاملے کو دیکھ کر ہمیں کام کرنا ہے اور اپنی پسند و ناپسند سے بالاتر ہو کر کام کرنا ہوگا۔ آنے والے دنوں میں آپ کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ ہمارے ملک میں سیاسی عدم استحکام زور پکڑ رہا ہے۔تو میری آپ سے التجا ہے جو پہلے بھی میں نے کہا تھا ایک انسانی حقوق کے کارکن کے لیے سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ آپ کا سیاسی نقطہ نظر واضح ہونا چاہیے اور اس کے لیے گفت و شنید اور بحث مباحثہ بہت ضروری ہے۔ان سالانہ عمومی اجلاسوں کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم آپس میں بیٹھ کر بات چیت کر سکیں۔اس سے آہستہ آہستہ چیزیں واضح ہونا شروع ہوتی ہیں۔

پاکستان اس وقت تک آگے نہیں بڑھ سکتا جب تک یہ پر امن ممالک کی طرح کا رویہ اختیار نہیں کرتا گا اور امن پر یقین نہیں رکھے گا اور علاقے کے امن پر یقین نہیں رکھے گا۔ملک میں اس وقت تک خوشحالی نہیں آ سکتی جب تک جب تک یہاں تجارت کو فروغ نہیں ملتا۔سی پیک بڑی اچھی بات ہے مگر سی پیک کے پیسے آپ نے اور ہماری آنے والی نسلوں نے واپس کرنے ہیں۔جب آپ تجارت کھولیں گے تو اس خوشحالی کے پیسے ہم نے کسی کو واپس نہیں کرنے۔تو ہماری یہ جو سوچ ہے ہمیں اس کے بارے میں آپس میں بات بھی کرنی چاہیے اور لوگوں کو بھی دلائل سے قائل کرنا چاہیے کہ وہ اس سوچ کو اپنے لیے مفید سمجھتے ہوئے آگے پھیلائیں۔بہت شکریہ

غازی صلاح الدین (ممتاز صحافی)

ابھی عاصمہ جہانگیر بتا رہی تھیں کہ یہ چیلنجز کس نوعیت کے ہیں اور جو خاص بات ان کی گفتگو میں تھی وہ یہ کہ اگرچہ چیلنجز زبڑھتے جا رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارے عزم میں اور ہماری جدوجہد کی جو تاریخ ہے اس میں بھی ایک پیش قدمی ہے۔ایسا تو نہیں ہے میرا تو بہت جی چاہتا ہے کوئی ایسی محفل ہو ہیومن رائٹس کمیشن کی اور ہم جیسے لوگوں کی جس میں ہم اپنی کامیابیوں کا جشن منا سکیں کہ یہ اندھیرا چھٹ رہا ہے اور اجالا پھیل رہا مگر ایسا نہیں ہے اور یہ صورتحال جو ہے اور اے جی ایم میں جو گفتگو ہوئی ہے، جو سیکرٹری جنرل کی رپورٹ پیش کی گئی اس میں بھی کچھ باتیں ایسی تھیں کہ بین الاقوامی ڈونرز کس طرح سے پیچھے ہٹ رہے ہیں اور بہت سے ایسے مسائل ہیں۔ایک جملہ اس میں یہ بھی تھا کہ فلاں چیز ہو رہی ہے لیکن میڈیا کو دکھائی نہیں دیتا۔تو کیونکہ میرا موضوع ہے انسانی حقوق کے محافظین کو درپیش خطرات اور میڈیا کا کردار تو میں بات یہاں سے شروع کروں گا کہ میں خود ایک صحافی ہوں۔پوری زندگی میں نے میڈیا میں گزاری ہے اور میرا تعلق ہیومن رائٹس کمیشن سے بھی ہے۔تو یہ جو سنگت ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت قدرتی ہے۔میڈیا کی بنیادوں میں یہ بات شامل ہے کہ وہ انہی مقاصد کے لیے جدوجہد کرے جن مقاصد کے لیے ہم انسانی حقوق کے محافظ کوشش کر رہے ہیں۔ میڈیا سے ہم کیا توقع کرتے ہیں کہ میڈیا کا کیا کردار ہونا چاہیے؟ میڈیا کا کردار اگر یہ ہے کہ وہ رائے عامہ ہموار کرے جمہوریت کے لیے، جمہوری اصولوں کے لیے اور جمہوری رویوں کے لیے تو لوگوں کو آگاہ کیا جائے کہ حقیقت

کیا ہے، ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ میڈیا کا آزادی سے بھی ایک خاص تعلق ہوتا ہے۔ اظہار کی آزادی، سوچ کی آزادی، عمل کی آزادی اور یہ تمام چیزیں جو ہیں ان کا تعلق ہم سے بھی ہے تو کہنے کی بات یہ ہے کہ جو ہم انسانی حقوق کے کارکن ہیں ان کے لیے تو میڈیا مسئلہ کا حل ہونا چاہیے۔ لیکن ملک کے جو حالات ہیں ان کا اشارہ آج صبح کی ساری کارروائی میں اور عاصمہ جہانگیر صاحبہ کی گفتگو میں ہے کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے اور کیسے ہو رہا ہے اور اس کو میڈیا کس طرح سے پیش کر رہا ہے اور میڈیا نے کیا کیا ہے اس کو سمجھنے کے لیے، ہمیں آج کل میڈیا کی جو صورتحال ہے اس کو بھی دیکھنا ہوگا، میرا تو زیادہ وقت پرنٹ میڈیا میں گزرا پھر الیکٹرانک میڈیا کے نئے چینلز آئے۔ نجی شعبہ میں براڈ کاسٹ میڈیا کو کام کرنے کی اجازت ملی۔ اس کے بعد انٹرنیٹ ڈیجیٹل دنیا میں تبدیلیاں آئیں پھر آج کل سوشل میڈیا کا راج ہے۔ سوشل میڈیا کے بارے میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے کہ کیسے اس سے خرابیاں پیدا ہوئیں ہیں اور کیسے وہ لوگ کہ جو تنگ نظر ہیں، کٹر ہیں، ترقی کے خلاف ہیں، جو معاشرے کو پیچھے لے جانا چاہتے ہیں ان کو بھی اس میں بہت موقع ملا ہے اور ایک ایسی فضا قائم ہوگئی ہے جس میں ایک نیا تصور جھوٹی خبر کی بات ہے اور اس سارے ماحول میں ایک اور چیز بھی ہے اور وہ کہتے ہیں پوسٹ ٹرتھ یا پوسٹ سکرپٹ۔ پوسٹ ٹرتھ کا جو نیا تصور آیا ہے اور وہ یہ آیا ہے کہ جو حقائق ہیں ان کو آپ اس طرح سے دیکھیں کہ جو آپ چاہتے ہیں اور جو آپ کی جذباتی ضرورت ہے اس حساب سے پیش کریں تو پوسٹ سکرپٹ کا زمانہ ہے۔ یہ جہاں تک میڈیا کی بات ہے اور وہ پوسٹ سکرپٹ ایسا ہے آپ دیکھیں کہ میں نے سوشل میڈیا کی بات کی۔ تو ٹویٹر جو ہے وہ سب سے بڑا ذریعہ بن گیا ہے خبروں کا۔ ٹرمپ صاحب جو صبح 3:00 بجے ٹویٹ کر دیتے ہیں تو اگلے دن بلکہ اسی وقت مطلب یہ بھی ایک الیکٹرانک میڈیا کی اور ڈیجیٹل دنیا میں رہنے کی بات ہے کہ ٹویٹ جس وقت کیا جاتا ہے اس کے چند سیکنڈز میں وہ الیکٹرانک میڈیا پر بریکنگ نیوز ہوتی ہے تو ہمارے ہاں بھی جو پرانے آئی ایس پی آر کے سربراہ تھے وہ بھی ٹویٹ کے ذریعے بڑی بڑی خبریں دیتے تھے اور جو موجودہ ہیں انہوں نے بھی۔ آج کے اخبار میں بھی کئی خبریں ایسی ہیں کہ مریم نواز نے ٹویٹ کیا تو وہ اہم خبر ہے۔ تو ٹویٹر کی دنیا ہے تو اس میں میڈیا کیسے مسئلے کا حصہ بن گیا ہے؟ میں چاہتا ہوں کہ اس پر ہم تھوڑا سا غور کریں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جو پاکستانی معاشرہ ہے اور اس پر کافی گفتگو بھی ہوئی ہے اس کے کچھ خواص ہیں۔ ایک تو برداشت کی کمی ہے۔ دوسرا انتہا پسندی ہے ہم اس کی کس سطح سے گزر رہے ہیں اور گزر رہے ہیں۔ دہشت گردی بھی ہے۔ مسلح گروپ بھی ہیں تو بات کہنے کی یہ ہے کہ پورے ملک پر ایک خوف کی سی فضا ہے۔ یہ کیوں ہے یہ سمجھنے کی بھی ہمیں کوشش کرنی چاہیے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ہمارے معاشرے میں دانشمندی کا جو زوال ہے اس کا بھی بہت کردار ہے۔ میں کافی دیکھتا رہتا ہوں کہ پڑھنے کا رجحان کیسا ہے۔ فلاں ملک میں کیا ہو رہا ہے فلاں ملک میں کتنی کتابیں چھپتی ہیں تو میڈیا کی حد تک جو پرنٹ میڈیا ہے جس کو کہ پڑھے لکھے لوگ ہی پڑھ سکتے ہیں ہمارے پرنٹ میڈیا کی سرکولیشن ہمارے اخبارات کی سرکولیشن ہمارے جیسے دوسرے ترقی پذیر ملکوں کے مقابلے میں حیرت انگیز طور پر کم ہے۔ بہت ہی کم ہے دنیا کا چھٹا سب سے بڑا ملک اور سارے اخباروں کی ملا کر جو ہماری اے بی سی ہوتی ہے سرٹیفائیڈ آڈٹ بیورو آف سرکولیشن اس کے جو اعداد و شمار ہیں جو انفلیٹیڈ ہیں اس کے حساب سے میرے خیال میں 25 لاکھ کے آس پاس ہیں۔ اور یہ اس لحاظ سے کم ہے کہ اگر اس کا ہم موازنہ اپنے پڑوسی ملک ہندوستان سے کریں اور میرا خیال ہے کہ بنگلہ دیش میں بھی صورتحال اس سے بہتر ہے تو وہاں تو آٹھ نو ایسے اخبار ہیں جن کی ایک ایک اخبار کی 25 لاکھ سے زیادہ کی سرکولیشن ہے تو یہ جو ملک میں ایک کلچرل، ثقافتی اور اخلاقی زوال ہے یہ بہت بڑا سبب ہے کہ ہمارے ہاں میڈیا اپنا وہ کردار ادا نہیں کر سکتا اور اس کا سب سے بڑا جو مسئلہ ہے عاصمہ جہانگیر صاحبہ کہہ رہی تھیں کہ ہماری ضرورت یہ ہے کہ ہم انسانی حقوق کے محافظ چیزوں کو سمجھیں۔ وہ واضح ہوں ہماری سوچ میں۔ سوچ کا ابہام کیسے ختم ہوتا ہے؟ مکالمے سے ہوتا ہے، مباحثے سے ہوتا ہے۔ جب میں ایڈیٹر ہوا کرتا تھا بہت برسوں پہلے ایک اخبار کا تو میرا ایک پسندیدہ قول تھا جس کا ذکر میں اپنے ساتھیوں سے بہت کرتا تھا کہ دیکھو اس کو سمجھو۔ آرتھر ملر جو امریکہ کے پلے رائٹر ہیں انہوں نے کہا تھا کہ

A good newspaper is a nation talking to itself۔ قومی سطح پر مکالمہ اور سنجیدہ گفتگو اور چیزوں کو، مسائل کو حل کرنے کی کوشش یہ میڈیا کا بہت بڑا کام ہے اور یہ کام میڈیا اس لیے بھی نہیں کر سکا کہ ہمارے ہاں دانشور طبقے کی تعداد محدود ہے۔ اس کی بھی ایک مثال مجھے بہت ہی واضح لگتی ہے کہ یہ کیمپس ہماری ہائر ایجوکیشن کی یونیورسٹیاں، پوسٹ گریجویٹ تعلیم جہاں دی جاتی ہے گو کہ ساری دنیا میں جہاں دیکھیں تو جو کیمپس ہوتے ہیں یونیورسٹیز کے وہیں نئے خیالات جنم لیتے ہیں وہیں نئی تحریکیں جنم لیتی ہیں، وہیں سے تبدیلی کے آثار نمودار ہوتے ہیں اور وہیں ایجادات ہوتیں ہیں۔ تو وہ ایک طرح سے سوسائٹی کے لیے طاقت بنتے ہیں۔ ہمارے ہاں کچھ دنوں

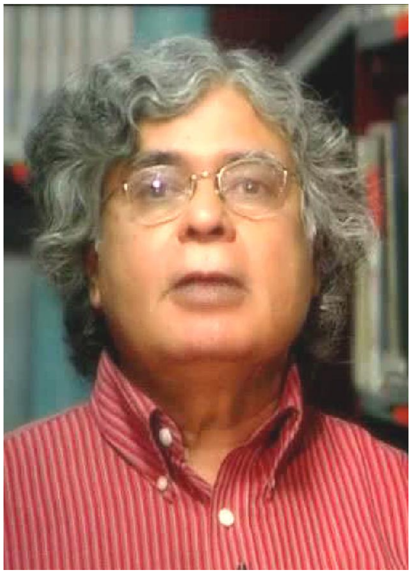

پہلے آپ نے دیکھا ہوگا کہ پنجاب یونیورسٹی میں کیا ہوا اور اس کی ایک تصویر ڈان اخبار میں چھپی تھی تو میں نے اس کے بارے میں یہ لکھا بھی تھا کہ ایک تصویر ہے جس میں دیکھیں کہ کچھ نوجوان کھڑے ہیں چند کے ہاتھ میں ڈنڈے ہیں یہ آپ کسی کو یونہی دکھائیں کاٹ کے خبر سے الگ کر کے اور کہیں آپ بتائیں کہ یہ کون لوگ ہیں؟ بھئی یہ ہمارے یونیورسٹی کے طالب علم ہیں کسی کے ہاتھ میں کتاب نہیں ہے تو یہ جو ایک مسئلہ ہے تعلیم کا تو ملک جو ہے وہ سوچنے سے چیزوں کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت سے مجھے لگتا ہے کہ محروم ہوتا جا رہا ہے اور یہ وہ خطرہ ہے جس کو ہمیں روکنا ہے اور اسی لیے ضروری ہے کہ ہم مکالمے کو، غور و فکر کو، تحقیق کو اور تخلیق کی صلاحیتوں کو اجاگر کریں۔ ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ جب پرنٹ میڈیا کی جو میں نے بات کی کہ کم ہوتا ہے جب یہ ہوا کہ جب 2002 میں پرائیویٹ چینلز شروع ہوئے تو شروع میں تو کم تھے بڑھتے گئے تو اس وقت ابتدائی سالوں میں بڑی امیدیں تھیں ہم سب کو کہ ایک نیا میڈیم ہے سب لوگ ٹیلی ویژن دیکھتے ہیں پورا ملک ٹیلی ویژن دیکھے گا تو نئی آگاہی پیدا ہوگی۔ نئے معاملات سامنے آئیں گے لوگ جاگیں گے لوگ اس عمل میں شامل ہوں گے وہ ان کے جو ذہنوں میں جالے پڑے ہوئے ہیں شاید وہ کچھ کم ہو جائیں اور شروع میں کچھ اچھے پروگرام بھی ہوتے تھے اب دیکھئے کہ کیا حالت ہے آپ یوں دیکھ لیں کہ 2002 سے اب تک ہمارے پرائیویٹ چینلز نے جن میں نیوز چینلز کا ذکر ہے خاص طور پر میں کروں گا تو انہوں نے کیا کیا ہے یہ کیسا معاشرہ بنایا ہے، جس میں اتنا ہیجان ہے جس میں اتنا غصہ ہے اتنی ایک طرح سے کہنا چاہیے حقائق سے انکار، سچ بات سے انکار کا سا عالم ہے اور گفتگو کرنے کا کوئی طریقہ انہوں نے

کسی کو نہیں سکھایا ان کے ٹاک شوز میں آپ دیکھ لیں تو وہ کس سطح کے ہوتے ہیں کس طرح کے ان کے دلائل ہوتے ہیں کیسے معاملات وہ اٹھاتے ہیں تو ایک تو یہ ہے معاملہ جو بہت ضروری ہے کہ میڈیا جو ہے وہ

The nation is not talking to itself ہے۔

بلکہ بات کرنے کا سلیقہ بھی اب باقی نہیں رہا ہے اور اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوششیں نہیں ہوتیں. ہماری طرح کے جو لوگ ہیں وہ اپنا حصہ ڈالتے رہتے ہیں اپنی جدوجہد سے وہ، کہنا چاہیے، دستبردار نہیں ہوئے۔ آئی اے رحمان صاحب ہر ہفتے کالم لکھتے ہیں۔ میں بھی ہر ہفتے کالم لکھتا ہوں۔ عاصمہ جہانگیر صاحبہ اور ڈاکٹر مہدی صاحب بھی آتے ہیں ٹیلی ویژن پروگراموں میں، اپنی بات کہتے ہیں۔ لیکن جو مجموعی صورتحال ہے معاشرے کی ایسی ہے کہ لگتا ہے کہ نیچے کی طرف جا رہی ہے۔ انتہا پسندی کی طرف جا رہی ہے۔ اس میں بطور صحافی میرا تجربہ ہے اس سے میں ایک مثال دوں گا کہ جب سلمان تاثیر کو قتل کیا گیا اس وقت جو دہشت تھی ملک میں اور جس کا احساس ہمیں اپنے دفتروں میں بیٹھ کر ہو رہا تھا جو ہم سے کہا جا رہا تھا کہ خبردار! خبردار! کوئی بات ایسی نہ ہو، آگ لگ جائے گی، جل جاؤ گے۔ ختم ہو جاؤ گے۔ اور وہ ماحول تھا کہ ایک پارٹی کے کتنے بڑے لیڈر کے قتل پر اس پارٹی نے جو حکمران پارٹی تھی وہ قومی اسمبلی میں اس کی فاتحہ بھی نہیں پڑھا پائی۔ تو یہ میری نظر میں تو ایک بہت بڑی مثال ہے، اس خوف، دھونس اور عدم برداشت کے ماحول کی جو اس ملک میں ہے اور جو قائم ہے۔ اب بات ہوتی ہے کہ بیانیہ کو بدلنا ہے جو ہمارا کام ہے۔ عاصمہ صاحبہ نے بھی بیانیہ کا ذکر کیا تھا تو یہ ہوا کہ ہمارے جو وزیر اعظم ہیں انہوں نے پچھلے دنوں دو ایسی تقریبات میں گفتگو کی ہے کہ جس سے لگتا ہے کہ سخت ضرورت ہے ایک نئے بیانیہ کی۔ پہلے تو لاہور میں جامعہ نعیمیہ میں جب انھوں نے یہ کہا علماء سے درخواست کی کہ یہ جو دہشت گرد ہیں ان کے نظریے مقابلے میں آپ بیانیہ بنائیں اور یہ الگ بات ہے کہ جب وہ وہاں تقریر کر رہے تھے تو ممتاز قادری کے حق میں نعرے لگائے جا رہے تھے۔ اس کے ایک ہفتے کے بعد کراچی میں ہولی کی تقریب ہوئی اس میں انھوں نے بہت اچھی باتیں کیں۔ انھوں نے کہا پاکستان اس لیے نہیں بنا تھا کہ کسی ایک مسلک کے لوگ دوسروں پر حاوی ہوں۔ بالکل ایسا لگا کہ جیسے وہ قائداعظم کی اگست 11 کی تقریر پڑھ کر آئے ہوں یا اس کے جذبے کو محسوس کرتے ہوں۔ اب سوال یہ ہے ہم جب کہتے ہیں بیانیہ کو بدلنا ہے تو ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں جدوجہد کرنی ہے کہ ہمیں لوگوں تک اپنی بات پہنچانی ہے ہمیں فلاں فلاں معاملات کو اجاگر کرنا ہے۔ ہم فیکٹ فائنڈنگ کرتے ہیں۔ لوگوں سے ملتے ہیں۔ حکومت جب کہتی ہے کہ بیانیہ بدلنا ہے تو وہ کیا کرتی ہے اور میڈیا اس میں کیا کردار ادا کرتا ہے تو وہ آپ کے سامنے ہے۔ ایسا نہیں ہوا کہ کانفرنس کرو جس میں شاعروں کو، ادیبوں کو، مفکروں کو بلاؤ۔ ان سے پوچھو۔ بھلا کیسے کوئی اس ملک میں بیانیہ بدلنے کی بات کرے گا اور رحمان صاحب سے رجوع کرے گا؟ تو میڈیا بھی اس قابل نہیں ہے اور حکومت بھی اس قابل نہیں ہے۔ تو وہ بیانیہ نہیں بدل رہا اس لیے میں کہتا ہوں کہ میڈیا کافی حد تک مسئلہ کا حصہ بن چکا ہے۔ اور وہ مسئلہ جو ہے اس کی ایک مثال بلاگرز بھی ہیں۔ جب پہلے ان کو اٹھایا گیا تو ایک مطالبہ ہم لوگوں کی طرف سے ہوا کہ ان کو کس نے اٹھایا ہے انھوں نے کچھ باتیں اگر کہیں ہیں کہنے کی آزادی ہے تو صحیح یا غلط اور پھر یہ ہوا کہ وہ واپس آگئے۔ اب وہی میڈیا کا جو معاملہ ہے وہ ایک اور سیاق وسباق میں آیا ہے اور اس کا بھی اتنا اثر ہے اتنا غلبہ ہے کہ حکومت نے پچھلے کچھ دن ہوئے اشتہار دیئے جس میں آرٹیکل 19 کو نقل کیا گیا آرٹیکل 19 صحافت کی آزادی کے لیے ہوتا ہے۔ میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں کہ دیکھیں ہمارا جو آئین ہے وہ ہمیں کتنی آزادی دے رہا ہے۔

19. Freedom of speech, etc.-Every citizen shall have the right to freedom of speech and expression, and there shall be freedom of the press, subject to any reasonable restrictions imposed by law in the interest of the glory of Islam or the integrity, security or defence of Pakistan or any part thereof,friendly relations with foreign States, public order, decency or morality, or in relation to contempt of court, 1[commission of] or incitement to an offence.

اچھا اب یہ دیکھ لیں کہ اس میں کتنی پابندیاں ہیں؟ تو اب جو اشتہار چھپا وہ کمال کا ہے اس میں بلاگرز کے معاملے کے سیاق وسباق میں دیکھیے۔ اس میں ڈرایا گیا ہے خبردار! دیکھو لکھا ہوا ہے آئین میں فلاں فلاں subject to glory of islam , integrity and defence of Pakistan and friendly relations تو ایسے ماحول میں، ایسا پریس میڈیا جس کی پیشہ ورانہ مہارت میں خوفناک حد تک کمی آئی ہو اور وہ ایک اور بات لمبی ہو جائے گی کہ وہ ایڈیٹر کا ادارہ کہاں گیا اور میڈیا مالکان کیسے احکامات صادر کرتے ہیں۔ حقائق کی چھان بین کا کیا نظام ہے؟ تو یہ وہ ماحول ہے جس میں ہمیں اپنا کام کرنا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ خوف کی اس فضا میں ہمارا کام مشکل سہی لیکن یہ وہ کام ہے جو ہمیں کرتے رہنا ہے اور ٹھیک ہے کہ کبھی کبھی بہت ذہنی دباؤ ہوتا ہے۔ کبھی لگتا ہے ہم کامیاب نہ ہو پائیں شاید لیکن اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم اپنی کوشش کو جاری رکھیں۔ شکریہ

آئی۔اے رحمان (سیکرٹری جنرل، ایچ آر سی پی

میرے عزیز ساتھیو، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ سے مسئلے کے حل کے بارے میں کچھ عرض کروں۔ لیکن سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ مسئلہ کیا ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے جیسے ابھی عاصمہ نے کہا کہ دنیا میں کوئی حکومت ایسی نہیں ہے جو ایک آزاد انسانی حقوق کے کمیشن کو برداشت کرے یا انسانی حقوق کے کارکن کو برداشت کرے کیونکہ کوئی حکومت مثالی حکومت نہیں ہے۔ ہر حکومت میں کوئی نہ کوئی خرابی ہے، خامی ہے، کمزوری ہے اور اس کو جب کوئی اجاگر کرے گا تو وہ اس کو ناپسند ہوگا۔ لہٰذا کوئی ایسی تنظیم جو انسانی حقوق کا دفاع کرتی ہو کہیں پہ بھی مقبول نہیں ہوتی البتہ ہر معاشرے میں تہذیب کا ایک معیار ہوتا ہے کہ وہ کس قدر تنقید کا مقابلہ کر سکتے ہیں یا برداشت کر سکتے ہیں۔ جو ترقی یافتہ معاشرے ہوتے ہیں، مہذب معاشرے ہوتے ہیں وہاں تنقید برداشت کرنے کی صلاحیت اور استعداد زیادہ ہوتی ہے۔ جو کمزور و معذور معاشرے ہوتے ہیں وہاں تنقید برداشت کرنے کی استعداد بہت کم ہوتی ہے۔ چونکہ ہمارا معاشرہ دوسری قسم کا ہے اس لیے ہمارے ہاں برداشت کی بہت کمی ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ پاکستان میں جو ہزار ہا تنظیمیں این جی اوز کے طور پر یا سول سوسائٹی آرگنائزیشن کے طور پر کام کر رہی ہیں۔ ان میں سے غالب اکثریت میرا خیال ہے کہ 90% سے زائد وہ ہیں جو صوبائی حکومتوں کے سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ سے منسلک ہیں۔ اور سوشل ویلفیئر آرڈیننس کے تحت وہ حکومتوں کے ساتھ رجسٹرڈ ہوتیں ہیں اور فلاحی کام کرتیں ہیں۔ وہ پیسے بھی حکومت سے لیتی ہیں جواب دہ بھی حکومت کو ہوتی ہیں اور ان کے ہاں معاملات ہمیشہ زیر زبر ہوتے رہتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں آپ نے دیکھا ہوگا حکومت پنجاب نے اعلان کیا کہ 3372 این جی اوز کی رجسٹریشن ہم نے منسوخ کی ہے یہ تین ہزار تین سو بہتر جو تنظیمیں ہیں وہ وہی ہیں جو سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ وابستہ تھیں۔ جو دوسری تنظیمیں ہیں خواہ وہ فلاحی کام کریں یا

حقوق کے لیے، وہ دوتین قوانین کے تحت رجسٹرڈ کی جاتی ہیں۔

سب سے پرانا قانون سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ ہے 1860 کا ۔ایک سوچھپن سال پرانا قانون ہے انگریز کے زمانے کا۔اس کے بعد ہے کمپنی آرڈیننس ۔اوراب حکومت نے یہ کیا ہے کہ سب تنظیمیں سکیورٹی ایکسچینج کمیشن کے ساتھ رجسٹرڈ کیں جاتیں ہیں۔

میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تنظیم بنانا خلق کی خدمت کے لیے یا ترقی کے لیے ہمارا بنیادی انسانی حق ہے ۔انسانی حقوق کے حوالے سے بھی حق ہے اور ہمارے آئین کے حوالے سے بھی حق ہے۔آئین کا آرٹیکل 17 ہم سب کو تنظیم بنانے کا حق دیتا ہے جو شرائط ہیں وہ آپ سب کو معلوم ہیں تو اس لیے یہ کہ ہم تنظیم بنا رہے ہیں انسانی حقوق کا کام کرنا چاہتے ہیں یہ کوئی جرم نہیں کر رہے ۔یہ وہ اختیار ہے جو ہمیں حاصل ہے۔اب آپ یہ دیکھیے کہ 1860 میں انگریز حکومت نے یہ قانون کیوں بنایا تھا؟ یہ قانون بنایا تھا اس واسطے کہ جو لوگ عوام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں،تعلیم عام کرنا چاہتے ہیں اورفلاح کا کام کرنا چاہتے ہیں ان کو کام کرنے میں آسانی ہو، ان کو دشواری پیش نہ آئے۔اگر وہ زمینیں حاصل کرنا چاہیں تو آسانی سے زمین حاصل کرسکیں۔اگر وہ دفتر بنانا چاہیں تو آسانی سے بنا سکیں۔اگر وہ تحفظ حاصل کرنا چاہیں تو آسانی سے ان کو تحفظ فراہم کردیا جائے۔پھر 1923 میں اس قانون میں تبدیلی کی گئی اور یہ کہا گیا کہ یہ تنظیمیں سیاسی تعلیم کا کام بھی کرسکتی ہیں۔ میں اس نقطے پر ذرا زور دینا چاہتا ہوں کہ 1923 کوئی پر امن زمانہ نہیں تھا۔ یہ ہندوستان میں بڑا پرآشوب زمانہ تھا۔پہلی جنگ ختم ہوئی تھی۔لوگوں میں بڑا ابال تھا۔ ہنگامے ہو رہے تھے۔سیاسی شعور پھیل رہا تھا۔اس وقت حکومت نے کہا آپ سیاسی تعلیم کا کام بھی کرسکتے ہیں اور پھر ہمارے ملک میں اکیسویں صدی میں ایک بل پیش کیا گیا سینٹ میں جس میں یہ کہا گیا کہ سوسائٹیز ایکٹ کے تحت جو تنظیمیں ہوں گی ان کو سیاسی تعلیم کی اجازت نہیں ہوگی ۔یہ کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت اپنے کام کو چھپانے کے لیے، پردہ ڈالنے کے لیے، یا لوگوں کو اس کا احتساب کرنے کے حق سے محروم کرنے کے لیے قانون کا سہارا لینا چاہتی ہے ۔یہ قوانین احتسابی قوانین نہیں ہیں۔رجسٹریشن کے قوانین صرف رجسٹرڈ کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔یہ بتانے کے لیے کہ ہم نے بنائی ہے، اس کے فلاں کرتا دھرتا ہیں،فلاں اس کے ذمہ دار ہیں،اب آپ یہ دیکھیے کہ دوسال سے یہ نیا سلسلہ شروع ہوا ہے کہ بھئی یہ جو رجسٹریشن لائسنس ہم دیں نہ دیں،تجدید کریں نہ کریں تو انھوں نے کہا کہ آپ اپنا ریکارڈ لائیے سارا،HRCP سے کہا گیا کہ آپ 26 سال کا تمام ریکارڈ لائیے ۔اگر حکومت سے آپ پوچھیں کہ 26 سال کا ریکارڈ دکھا دیں تو وہ نہیں دکھا سکتے ۔لیکن تنظیموں سے کہا گیا کہ آپ لائیے 25 سال کا، 26 سال کا۔جب ہم نے وہ سب دے دیا تو انھوں نے ہمیں جو تجدید نو کا سرٹیفیکیٹ دیا اس میں کیا لکھا تھا اس میں یہ لکھا تھا ’’کہ انہوں نے اپنے عہدیداروں کی فہرست جمع کردی ہے‘‘ وجہ اس کی یہ ہے کہ قانون کے تحت صرف وہ یہی معلوم کرسکتے تھے۔ہمارے ساتھ انہوں نے جو سلوک کیا قانون اس کی اجازت نہیں دیتا تھا۔قانون صرف یہ کہتا تھا کہ آپ ہر سال اپنے عہدداروں کی فہرست فراہم کردیں۔پھر جب وہ سارے کے سارے تھبے (بنڈل) دیکھنے کے بعد انھوں نے کہا ہاں!اب انھوں نے اپنی فہرست دے دی ہے ۔تو یہ میں اس لیے مثال دے رہا ہوں کہ جب حکومتیں بدنیت ہو جائیں تو وہ قانون کو توڑ مروڑ کر اس کا غلط استعمال کرتیں ہیں اس کی ایک مثال تو یہ ہوئی کہ ایک تنظیم کو انھوں نے حکم دے دیا کہ آپ کام بند کردیں۔دوسری تنظیم کو بھی یہی حکم دے دیا۔ دونوں عاصمہ جہانگیر کے پاس آگئے۔انھوں نے ہائی کورٹ میں رٹ کردی ہائی کورٹ میں انھوں نے جواب نہیں دیا بلکہ یہ کہا ہم نے وہ آرڈرز واپس لے لیے ہیں اس لیے کہ ان آرڈرز کے کوئی پاؤں نہیں تھے ۔وہ آرڈرز سراسر غیر قانونی تھے ۔سراسر اپنے اختیارات سے تجاوز کرنے کی مثال تھے۔ میں اس پر اس لیے زور دے رہا ہوں کہ جب حکومت کے دل میں فرق آجائے اور وہ یہ کہے کہ آپ کام ہی نہ کریں تو اس میں اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ایسا کیوں ہے۔

دوسری جو بات ہے وہ یہ ہے یہ کہا جاتا ہے کہ آپ باہر اطلاع فراہم کرتے ہیں اور باہر سے اطلاعات لیتے ہیں۔ اقوام متحدہ سے رابطے رکھتے ہیں تو یہ سب آپ کا آئین بھی آپ کو اجازت دیتا ہے، بین الاقوامی قوانین آپ کو اجازت دیتے ہیں، اقوام متحدہ کی کونسل برائے انسانی حقوق کی قراردادیں آپ کے حق میں موجود ہیں۔ یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔تو یہ سراسر زیادتی ہے، سراسر غیر قانونی اختیارات کا استعمال ہے۔اب اس کا ہمیں سدباب کیسے کرنا ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ ہمیں اپنے قانونی حق کا علم ہونا چاہیے اور ہم میں ہر غیر قانونی کارروائی کے خلاف کھڑے ہونے کی ہمت ہونی چاہیے۔لیکن ہمارا کام صرف لڑنا نہیں ہے۔ ہمارا کام تو کام کو آگے بڑھانا ہوتا ہے ۔اس لیے یہ ضروری ہے کہ، یہ عجیب بات ہے کہ انسانی حقوق کی تنظیمیں ساری دنیا کو تو اکٹھا کرتیں ہیں لیکن خود اکٹھا نہیں ہوتیں۔تو پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ مل

کر کام کرنا چاہیے ہمیں اکٹھ بنانا چاہیے اور ہمارے پاس معلومات ہونی چاہئیں۔ ہمارے پاس معلومات کے تبادلے کا نظام ہونا چاہیے ۔اگر آج یہ مجھ سے کوئی پوچھے یا آپ سے پوچھے۔صاحب،آپ کے علم میں ہے کہ کسی تنظیم کی رجسٹریشن منسوخ کی گئی ہے تو ہمارا جواب ہوگا کہ پتہ نہیں،اگر آپ سے پوچھا جائے کہ کتنی تنظیموں کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے اور آپ کہیں پتہ نہیں۔اگر آپ سے یہ پوچھا جائے کہ راجن پور میں کیا صورتحال ہے تو کوئی پتہ نہیں یا نواب شاہ میں کیا صورتحال ہے؟ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم اپنے روابط کو درست کریں۔ اپنے مابین معلومات کے تبادلے کا کوئی طریقہ کار وضع کریں ۔کئی سال پہلے ہم نے ایک این جی او فارم بنایا تھا۔اس کو فعال بنائیں،اس کو باقاعدہ کریں۔اور پھر ایک اور بات ضروری ہے وہ یہ کہ یہ ہم کس کے لیے کر رہے ہیں؟ کیا یہ ہم اپنے لیے کر رہے ہیں، کہ اپنی شہرت کے لیے کر رہے ہیں یا اپنے مفاد کے لیے کر رہے ہیں، اپنی نوکری کی خاطر کر رہے ہیں، پیسے کی خاطر کر رہے ہیں یا واقعتاً عوام کی خدمت کی غرض سے کر رہے ہیں۔اور اگر عوام کی خدمت کی غرض سے کر رہے ہیں تو کیا ہمیں عوام کا اعتماد حاصل ہے؟ چونکہ حکومت این جی اوز کے خلاف مستقل پراپیگنڈہ کرتی رہتی ہے اس لیے عوام میں یہ بات پھیل جاتی ہے کہ یہ ذمہ دار لوگ نہیں ہیں، یہ مغربی طاقتوں کے ایجنٹ ہیں، بڑی بڑی تنخواہیں لیتے ہیں، بڑے بڑے گھروں میں رہتے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا کرتے ہیں کیا نہیں کرتے۔اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض اوقات میڈیا بھی الزامات کی تشہیر کرتا ہے اور ایسا تاثر دیتا ہے کہ یہ این جی اوز۔مثلاً! وہ کہتے ہیں کہ صاحب یہاں ننکانہ میں گٹروں سے گندا پانی ابل رہا ہے اور انسانی حقوق کی تنظیمیں کیا کر رہی ہیں؟ انسانی حقوق کی تنظیموں کو تو اختیار ہی نہیں کوئی۔وہ نہیں کرسکتیں وہ صرف آپ کی آواز اٹھا سکتی ہیں۔لیکن بہر حال میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر توجہ دیجیے۔جن لوگوں کی

خدمت کا آپکا عزم ہے ان کا اعتماد آپ کو حاصل ہو۔ وہ آپ کو اچھی نظر سے دیکھیں۔ ان کے دلوں میں آپ کی عزت ہو۔ اس کے لیے دو باتیں بہت ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کے ادارے کی ساکھ ہو اور آپ کی ذات کی ساکھ ہو۔ اور دوسری یہ کہ شفافیت ہو۔ کوئی چیز چھپی ہوئی نہ ہو۔ کوئی چیز خفیہ نہ ہو۔ سب چیزیں ظاہر ہوں، واضح ہوں، روشن ہوں۔ لوگوں کا اعتماد حاصل ہو گا آپ کی تنظیم سازی مستقل ہونی چاہیے۔ آپ کے اطلاعات کا بینک صحیح ہونا چاہیے آپ دوسروں سے مل کر کام کریں اور جب بھی موقع ملے جیسے ابھی ہوا، جن دو کیسز کا میں نے ذکر کیا ہے۔ یہیں ہم نے میٹنگ کی سب لوگ آئے جمع ہوئے اور انھوں نے اس بات کا اظہار کیا۔ ہوتا یہ ہے کہ ہم سب روایتی لوگ ہیں۔ جب کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو فوراً جمع ہو جاتے ہیں اور اپنا زور لگاتے ہیں جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے، جیسے جیسے دھمکی بے اثر ہوتی جاتی ہے، خطرہ ٹل جاتا ہے تو ہم اپنی پرانی عادات پر واپس چلے جاتے ہیں اور غفلت میں محو ہو جاتے ہیں۔ ایک اور بات بھی ہے اور یہ غالباً عاصمہ نے بھی کہا تھا کہ ہمیں کوشش یہ کرنی چاہیے کہ ہم اپنی حدود سے باہر نہ نکلیں۔ جو ہماری حدود ہیں اس میں رہتے ہوئے ہمیں خود کو مشکل میں ڈالنے کوئی ضرورت نہیں۔ میں سب تنظیموں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اپنے کارکنوں کا تحفظ ان کا فرض ہے ان کو ہرگز ایسی مشکل میں نہ ڈالیں جس سے ان کی جان کو خطرہ ہو یا ان کی آزادی کو خطرہ ہو۔ یعنی یہ عجیب بات ہے کہ ہم اخبار والوں سے کہتے رہتے ہیں آپ اپنے رپورٹرز کے لیے کوئی تحفظ نہیں کرتے، ان کو خطرات پیش آتے ہیں تو ان کا کوئی مداوا نہیں کرتے لیکن ہمیں اپنے کارکنوں کے لیے بھی یہ سوچنا چاہیے کہ ہم ان سے ایسی ذمہ داریاں نہ لیں جن سے ان کو خطرہ محسوس ہو۔ اس میں بھی یہ بات بہت ضروری ہے کہ آپ اکیلے اکیلے کام نہ کریں یہ ہم نے خود اپنے تجربے سے سیکھا ہے کہ اکیلا جو آدمی ہوتا ہے یا اکیلی جو خاتون ہوتی ہے تو اس کو خطرات زیادہ ہوتے ہیں۔ جتنا آپ اپنے گرد حصار بنائیں گے، جتنے آپ اپنے ساتھی بنائیں گے اسی لیے ہم کہا کرتے ہیں کہ اگر آپ فیکٹ فائنڈنگ کے لیے جا رہے ہیں تو اکیلے نہ جائیے بلکہ اپنے آس پاس سے وکلاء میں سے، تنظیموں میں سے، صحافیوں میں سے، اور سماجی کارکنوں میں سے ایسے لوگوں کو ساتھ لیں تا کہ آپ کے حق میں شہادت دینے والے بھی موجود ہوں۔ آپ کے گواہ بھی موجود ہوں اور آپ کے ساتھی بھی موجود ہوں۔ پھر ایک اور بات بھی ہے وہ یہ کہ انسانی حقوق کی تنظیمیں حکومت سے ایک فاصلہ ضرور رکھتی ہیں۔ یہ بہت ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہماری ان سے لڑائی ہے لیکن یہ ضروری ہے۔ ہم فاصلہ اس لیے رکھتے ہیں کہ ہم پر ان کی نمائندگی کا الزام نہ لگے اور ہم پر ان کی نمائندگی کا شبہ نہ ہو لیکن ہم اتنے دور بھی نہیں ہیں کہ ان سے بات بھی نہ کر سکیں۔ ہم ہر وقت بات کرنے کو تیار رہتے ہیں بلکہ بعض اوقات ہم بات کہتے ہیں وہ سنیں نہ سنیں لیکن نہ ہم حزب اقتدار میں ہیں نہ حزب اختلاف میں ہیں۔ ہم صرف عوام کے ساتھ ہوتے ہیں اور عوام کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سب سے زیادہ شکایات کس کے خلاف آتی ہیں۔ کسی بھی ادارے میں جا کر پوچھ لو، اخبارات دیکھ لیجئے کوئی سروے دیکھ لیجئے سب سے زیادہ شکایات پولیس کے خلاف آتی ہیں، حکومتی اداروں کے خلاف آتی ہیں، انتظامیہ کے خلاف آتی ہیں، بجلی نہ ہونے کے خلاف آتی ہیں، پانی نہ ہونے کے خلاف آتی ہیں۔ ان سب کو پیش کرنا ایک طرح کی سائنس ہے۔ ہمارے انسانی حقوق کے جو کام ہیں وہ سیاسی بیان اور صحافتی تبصرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ سیاسی مبصر تو کہہ سکتا ہے کہ جی سب خراب ہے۔ اخبار میں آپ ادارے میں کہہ سکتے ہیں کہ بہت کچھ خرابی دیکھنے میں آ رہی ہے لیکن انسانی حقوق کا کارکن یہ زبان استعمال نہیں کر سکتا۔ وہ عمومی بات نہیں کر سکتا۔ وہ خاص حقائق پر مبنی بات کرے گا۔ ان کا حوالہ دے گا۔ وہ بتائے گا کہ کس وقت، کہاں، کیسے، اور کس چیز میں خرابی ہوئی۔ اسی لیے جو انسانی حقوق کی ذمہ دار تنظیمیں ہوتی ہیں وہ ہر بات پر دھیان دینے سے گریز کرتیں ہیں۔ اور وہ کہہ دیتے ہیں اس چیز کا ہمیں علم نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ہم سے بارہا کہا جاتا ہے کہ آپ کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے تو ہم ان سے کہتے ہیں آپ ہمیں وہاں بھجوا دیجیے ہمیں دیکھنے کا موقع دلوا دیجیے ہم بتا دیں گے آپ کو یا آپ ہمیں کشمیر جا کر معائنہ کرنے کی اجازت دلوا دیجیے پھر دیکھیں۔ یعنی ہمیں اپنے ملک میں جا کر دیکھنے کی اجازت نہیں ہے کہ وزیرستان میں کتنے آدمی مارے گئے تو آپ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں ہمیں فلاں جگہ کے بارے میں بتائیں، فلاں جگہ کے بارے میں بتائیں۔ یہ بھی بہت ضروری ہے کہ جب ہم کسی بارے میں اپنے خیال کا اظہار کریں تو ہماری معلومات مکمل ہونی چاہیے۔ ہم قیاس پر مبنی بیانات نہیں دے سکتے۔ ایک اور بھی سوال ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے جو اقوام متحدہ کے اداروں سے روابط ہوتے ہیں وہ کوئی جرم نہیں ہے۔ اقوام متحدہ کی بیشتر دستاویزات میں دو باتیں لکھی جاتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر آپ کا ملک وفاق ہے تو وفاق کے ہر حصہ میں یہ حقوق یکساں ہونے چاہئیں۔ آپ کوئی بڑی دستاویز دیکھ لیجیے۔ عالمی ادارہ صحت کے معاہدات دیکھ لیں۔ ان میں لکھا ہوا ہو گا اگر آپ وفاق ہیں تو جو حقوق اس میں بتائے گئے ہیں وفاق کے تمام حصوں میں لوگوں کو یکساں ملنے چاہیے۔ تو اگر میں یہ کہوں کہ بلوچستان کے لوگوں کو بھی وہی حق ملنے چاہیں جو پنجاب کے لوگوں کو حاصل ہیں تو یہ میں کوئی نئی بات نہیں کر رہا یہ تو وہ میں بات کر رہا ہوں جو کہ انسانی حقوق کے معاہدات میں تسلیم کی گئی ہے جن پر پاکستان نے دستخط کیے ہوئے ہیں۔ جن کو پاکستان نے تسلیم کیا ہوا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمام معاہدات یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ پاکستان کے بارے میں جو رپورٹ دیں گے وہ پاکستان میں وہاں کی سول سوسائٹی تنظیموں کے مشورے سے تیار کریں گے اور جو کچھ آپ جنیوا اور نیو یارک میں اعلان کرتے ہیں وہ جا کر لوگوں کو بتائیں گے۔ ہماری حکومت ایسا نہیں کرتی۔ کئی سال سے آپ نے وہاں جا کر کہا ہوا ہے۔ بچوں کے حقوق کے میثاق کے تحت قومی کمیشن برائے تحفظ حقوق طفلاں بنا دیا ہے۔ ابھی تو وہ قانون بن رہا ہے ابھی تو وہ قانون پوری طرح سے بنا بھی نہیں ہے۔ نیشنل اسمبلی نے بل منظور کیا ہے۔ سینٹ میں شاید منظور ہونے والا ہے۔ حکومت بتاتی ہی نہیں ہے کہ انھوں نے آپ کے نام پر کیا باتیں کیں ہیں وہاں پہ۔ نہ آپ سے مشورہ کر کے وہاں جا کر بات کرتے ہیں۔ تو جس آرٹیکل 19 کا ذکر ہمارے دوست ابھی کر رہے تھے غازی صلاح الدین صاحب اور جو بہت فیاض ہیں اپنے دوستوں کو نوازنے میں بشمول میرے وہ یہ کہ آرٹیکل 19 میں آپ نے پڑھا ہو گا کہ آپ کا بنیادی حق یہ ہے: اطلاعات فراہم کرنا، اطلاعات وصول کرنا، ہر ذریعے اور وسیلے سے یعنی آپ گفتگو کے ذریعے سے، پینٹنگ کے ذریعے سے، آرٹ کے ذریعے سے، ڈرامے کے ذریعے سے، آڈیو کے ذریعے سے، وڈیو کے ذریعے سے اطلاعات لیں اور دیں یہ آپ کا بنیادی حق ہے۔ پھر دوسری بات یہ ہے جو ہماری حکومت کو سمجھانے کی ہے اگر ہم آپ کو آپ کی خامیوں سے آگاہ کر رہے ہیں تو یہ آپ سے دوستی کر رہے ہیں کیونکہ اگر ہم آپ کو نہیں بتائیں گے تو آپ کے علم میں نہیں ہو گا۔ اگر آپ کو علم نہیں ہو گا تو اس کی اصلاح نہیں ہو گی تو یہ وہ بات ہے جو جناح صاحب نے انگریزی زمانے میں یعنی 1920,1921 میں انگریزوں کو سمجھائی تھی۔ لیکن یہ تو لازم بات ہے جو جناح صاحب نے انگریزوں کو سمجھائی تھی وہ پاکستان میں رد نہیں ہو سکتی۔ تو ہمیں اپنی حیثیت کو سمجھتے ہوئے، اپنی قوت کو سمجھتے ہوئے، اور اپنی خامیوں کمزوریوں کو سمجھتے ہوئے آگے چلنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے آخری بات آگے بڑھنے کے لیے کہ جو کچھ بھی انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے وہ گزر جاتا ہے یہ سمجھنا کہ جو اس وقت صورتحال ہے یہ ہمیشہ رہے گی ٹھیک نہیں ہے۔ یہ وقت بھی گزر جائے گا اور لوگ قائم رہیں گے اور ہم سب لوگ قائم رہیں گے بشرطیکہ ہماری ہمت رہی اور ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔

ٹیکس اور قرضوں میں جکڑے پاکستانی کسان

اوکاڑہ محمد یعقوب نے پہلی بار اپنی اہلیہ کے زیورات گروی رکھوا کر بینک سے 40 ہزار قرض حاصل کیا، جو وہ واپس نہیں کر پائے کیونکہ ان پیسوں سے جو فصل بوئی تھی اس کی فروخت میں انھیں نقصان اٹھانا پڑا۔ سود جمع ہوتے ہوتے قابلِ واپسی رقم ایک لاکھ 70 ہزار ہوگئی۔ اگلے برس پھر اپنی بھابی کا زیور گروی رکھا اور اس کے عوض حاصل ہونے والی قرضے کی قابلِ واپسی رقم اب دو لاکھ ہے اور اب ان کی دوسری بھابی کے زیورات بھی گروی ہیں۔ بینک کے علاوہ آڑھتی کو بھی انھیں 11 لاکھ روپے قرض واپس کرنا ہے جس سے وہ قرض پر کھاد اور بیج وغیرہ خریدتے ہیں۔ یہ آڑھتی بھی سود سمیت رقم واپس لیتا ہے۔ یوں اس وقت وہ 19 لاکھ روپے کے مقروض ہیں اور اس رقم کی وصولی کے لیے لوگ انھیں تنگ کر رہے ہیں۔ 'ہم نے انھیں بینک کے چیک دیے ہوتے ہیں وہ جب واپس ہو جائیں تو لوگ دھمکیاں دیتے ہیں کہ تمھیں پولیس سے پکڑوا دیں گے۔ پھر ادھر اُدھر سے پکڑ کر ان کو دینا پڑتا ہے۔' محمد یعقوب کوئی عادی قرض لینے والے نہیں۔ وہ صوبہ پنجاب کے ضلع اوکاڑہ کے ایک گاؤں سے تعلق رکھنے والے ایک چھوٹے کسان ہیں جن کے لیے بینک سے قرض لینے کا سوچنا بھی ایک زمانے میں گناہ کے مترادف تھا۔ مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ ان کے خاندان کی کل اراضی 18 ایکڑ ہے اور وہ چار بھائی ہیں۔ آج سے تقریباً دس سال قبل وہ کوسٹ گارڈ کی سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے اور باقاعدہ طور پر اپنے آبائی پیشے کاشت کاری کا آغاز کیا۔ اپنی زمین کے علاوہ انھوں نے 75 ایکڑ زمین ٹھیکے پر حاصل کی جہاں وہ مکئی اور آلو وغیرہ کاشت کرتے ہیں۔ اوکاڑہ ان دو فصلوں کے لیے خصوصاً مشہور ہے۔ ان کے لیے آغاز بہت اچھا رہا مگر ان کا کہنا ہے کہ گذشتہ تین سالوں سے وہ مسلسل نقصان اٹھا رہے ہیں یہاں تک کہ اب بھاری قرضے میں جکڑے ہیں۔ قرضہ جلد چکائے جانے کی انہیں کوئی امید نظر نہیں آتی، کیونکہ جن عوامل کی وجہ سے وہ ان حالات تک پہنچے ہیں ان کے مستقبل قریب میں تبدیل ہونے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ بی بی سی سے بات کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ جب بھی فصل بیچنے کا وقت آتا ہے تو کھاد کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ 'جب ہماری فصل تیار ہو جائے تو اس کی قیمت گر جاتی ہے۔ ہمارے پیسے بہت زیادہ خرچ ہوتے ہیں جبکہ ہمیں واپس بہت کم ملتے ہیں۔' آلو کی کاشت پر فی ایکڑ ان کا کل خرچ تقریباً 80 ہزار ہے جبکہ فصل 60 سے 70 ہزار تک بکتی ہے۔ وہ اپنی فصلوں کو مختلف کھادیں یعنی ڈی اے پی، یوریا، زنک اور پوٹاش دینے کے علاوہ ان پر سپرے بھی کرتے ہیں۔ ٹیوب ویل سے فصلوں کو پانی دینا پڑتا ہے کیونکہ نہری پانی صرف انہیں محض 18 منٹ فی ایکڑ کے حساب سے ملتا ہے۔ ان پیسوں میں انہیں سال بھر کے لیے اپنے گھر کا خرچ بھی چلانا ہوتا ہے، ٹیوب ویل استعمال کرنے پر بجلی کا بل بھی ادا کرنا ہوتا ہے، نئی فصل کے لیے بیج، کھادیں اور کیڑے مار ادویات خریدنی ہوتی ہیں اور سب سے پہلے انہیں زمین کے مالک کو اس کے حصے کے ٹھیکے کے پیسے ادا کرنے ہوتے ہیں۔ ان تمام اخراجات کے لیے ان کے پاس واحد ذریعہ اپنی فصلوں سے آنے والی آمدن ہے جو گذشتہ کم از کم تین سالوں سے مسلسل کم ہوتی جا رہی ہے۔ جب فصل سے آمدن نہ ہوئی تو مجبوراً محمد یعقوب کو قرض لینا پڑا جسے واپس کرنا ان کی بساط سے باہر ہے۔ 'اب جب کچھ نہیں ہوگا تو ہم مویشی بیچیں گے یا زمین بیچیں گے۔ قرض تو واپس کرنا پڑے گا۔' یہ کہانی صرف محمد یعقوب کی نہیں۔ پاکستان کے صوبہ پنجاب میں زیادہ تر چھوٹے کسان ایسی ہی روداد سناتے ہیں۔ منظور الٰہی بھی اوکاڑہ کے اسی گاؤں میں 50 ایکڑ زمین ٹھیکے پر کاشت کرتے ہیں۔ انھیں بھی امید ہے کہ جب حکومت کسان کی مدد کرے گی اور فصلوں کے نرخ اچھے ہوں گے تو وہ اپنا قرض اتارنے کے قابل ہوں گے۔ تاہم میاں فاروق احمد زیادہ پر امید نہیں کہ حکومت زراعت کی بہتری کے لیے اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ میاں فاروق احمد اوکاڑہ کے نسبتاً بڑے زمیندار ہیں۔ ان کی 200 ایکڑ اراضی ہے اور وہ کاشتکاری کے علاوہ پاکستان کسان اتحاد نامی ایک تنظیم کے ذریعے کسانوں کے حقوق کے حصول کے لیے کام بھی کر رہے ہیں۔ حال ہی میں قومی اسمبلی میں پیش ہونے والے آئندہ مالی سال کے بجٹ کے اعلان کے روز پاکستان کسان اتحاد کی قیادت میں دارالحکومت اسلام آباد میں کسانوں نے ایک احتجاجی مظاہرہ بھی کیا جس کو منتشر کرنے کے لیے پولیس کو آنسو گیس اور لاٹھی چارج کا سہارا لینا پڑا۔ بی بی سی سے بات کرتے ہوئے میاں فاروق احمد کا کہنا تھا کہ پاکستان کا کسان تنگ آمد بجنگ آمد سراپا احتجاج ہے۔ 'دنیا بھر میں شاید پاکستان وہ ملک ہے جہاں زرعی لوازمات پر اتنی زیادہ ٹیکسیشن ہے۔ دنیا میں کہیں بھی زرعی لوازمات پر جنرل سیلز ٹیکس نہیں لگایا جاتا، یہ ٹیکس ہے ہی پیداوار پر۔' دوسری طرف حکومت صرف گندم یا کسی حد تک گنے کی امدادی قیمت مقرر کرتی ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً 24 اجناس کو یہ سہولت میسر نہیں اور ان اجناس کی فروخت کے لیے کسان مڈل مین یا آڑھتی کے رحم و کرم پر ہوتا ہے جو اس کا منافع یقینی طور پر کھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حکومت یہی اجناس بھی درآمد کرتی ہے جس کی وجہ سے پاکستان کے کاشتکار کو نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ میاں فاروق کے مطابق انڈیا میں کاشتکاروں کو پاکستان کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ حکومتی سبسڈی میسر ہے جس کی وجہ سے ان کے اخراجات کم ہیں۔ وہ سستا بھی بیچیں تو ان کو منافع مل جاتا ہے۔ 'جب ان کا آلو پانچ سو روپے بوری ملے گا تو میرا پندرہ سو روپے بوری کون خریدے گا۔' میاں فاروق کا کہنا ہے کہ اگر حکومت پاکستانی کاشتکار کو حقیقی معنوں میں سبسڈی دے اور اس کی مدد کرے تو وہ نہ صرف اپنا بلکہ اس ملک کا قرضہ چکانے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

کیا جرگے یا پنچایت کو قانونی حیثیت مل گئی؟

ارشد وحید چوہدری

پارلیمنٹ نے حال ہی میں متبادل تنازعہ جاتی تصفیہ بل دو ہزار سترہ کی منظوری دی جو صدر مملکت کی توثیق کے بعد ایکٹ آف پارلیمنٹ کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔ اس اہم قانون پر اپوزیشن کی بعض جماعتوں خصوصاً خواتین قانون سازوں کی طرف سے کچھ خدشات اور تحفظات بھی ظاہر کئے گئے تھے کہ اس قانون پر عمل درآمد سے استحصال زدہ طبقات خصوصاً خواتین اپنی مرضی سے کسی تنازع کو عدالت میں چیلنج بھی نہیں کرسکیں گی اور ان کی قسمت کے فیصلے جرگہ یا پنچایت کے ذریعے ہوں گے۔ اس قانون کا اطلاق ابتدائی طور پر وفاقی دارالحکومت اور اس کی حدود میں کیا گیا ہے تاہم یہ سفارش کی گئی ہے کہ صوبائی حکومتیں بھی اسی طرز کی قانون سازی کریں۔

یہاں مجھے چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس ثاقب نثار کی کچھ عرصہ قبل صوبہ سندھ کے علاقے جیکب آباد میں دو معصوم بچیوں کو ونی کرنے کی خبروں پر از خود نوٹس لینے اور پولیس حکام سے رپورٹ طلب کرنے کا واقعہ یاد آ گیا۔ چار سے آٹھ سال کی عمر کی بچیوں کو ونی کرنے کا فیصلہ مقامی جرگے نے ناجائز تعلقات کے ایک تنازع کا فیصلہ کرتے ہوئے کیا تھا۔ جس غریب ہاری کی بچیوں کو ونی کیا جا رہا تھا اس کا قصور یہ تھا کہ وہ اس مبینہ ملزم کا بھائی تھا جسے جرگے نے مقامی زبان میں سیاہ کاری کے الزام میں کارو قرار دیا تھا۔ عدالت عظمٰی کے چیف جسٹس کی طرف سے غیر قانونی جرگے کے فیصلے کا نوٹس اس وقت لیا گیا تھا جب صرف سات روز قبل اسی دن ہی قومی اسمبلی نے پنچایت اور جرگے کو تنازعات نمٹانے کا یہ متبادل تصفیہ جاتی نظام قرار دینے کا بل منظور کرتے ہوئے اسے قانونی اور آئینی تحفظ فراہم کیا تھا۔ تنازعات نمٹانے کا یہ بل بذات خود متنازع رہا ہے اور مختلف حلقوں کی طرف سے اس بل کو منظور کرنے کے خلاف سخت تنقید کی گئی جبکہ کچھ حلقوں نے اسے سینیٹ میں مسترد کرنے کی تجویز بھی پیش کی تھی لیکن سینیٹ نے بھی اسے متفقہ طور پر منظور کر دیا۔

بل کے متنازع ہونے کا پس منظر یقیناً پاکستان کے مختلف علاقوں میں رائج پنچایت اور جرگے کا وہ نظام ہے جس نے کارو کاری، ونی یا سوارا جیسی قبیح سزاؤں کے ذریعے انسان کے اشرف المخلوقات اور مہذب ہونے پر بھی سوالیہ نشان کھڑے کئے ہیں۔ جب پنچایت اور جرگے کے اس نظام کو قانونی اور آئینی تحفظ دینے کی بات کی جائے گی جس میں کسی ملزم کو اپنی بے گناہی ثابت کرنے کیلئے کبھی دہکتے انگاروں پر چلنا پڑتا ہے تو کبھی اسے خطاوار نہ ہونے کا یقین دلانے کے لیے دیر تک پانی کے نیچے سانس روکے ڈوبنے جیسے عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ خطا کار ہونے کی صورت میں کبھی اس کی غلطی کی سزا اس کی بیٹی، بہن یا بیوی کو ونی یا سوارا ہونے کی صورت میں بھگتنا پڑتی ہے تو کبھی کاروکاری کی صورت میں اسے خود زندہ درگور ہونا پڑتا ہے تو یقیناً کوئی بھی ذی شعور اس نظام کی حمایت نہیں کرے گا۔ لیکن یہاں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ پارلیمنٹ سے منظور کردہ آلٹرنیٹ ڈسپیوٹ ریزولیشن المعروف اے ڈی آر کے ذریعے کیا معاشرے میں رائج پنچایت اور جرگے کے غیر قانونی نظام کو قانونی حیثیت دی گئی ہے تو اس ضمن میں غلط فہمی اور ابہام پایا جاتا ہے جسے دور کرنے کی ضرورت ہے۔

اس غلط فہمی کے جنم لینے یا ابہام کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قومی اسمبلی نے جس متبادل تنازعہ جاتی تصفیہ بل دو ہزار سترہ کو منظور کیا اس میں اس متبادل نظام کی جو تعریف کی گئی اس میں لکھا گیا کہ متبادل تنازع جاتی تصفیہ اے ڈی آر سے مراد وہ عمل ہے جس میں فریقین تنازع کے تصفیہ کرنے کے طریقہ کار میں عدالتوں کے علاوہ تجویز کردہ ثالثی، مصالحت کار، غیر جانب دار شخص اور پنچایت یا جرگہ سے رجوع کرسکیں گے۔ بل میں پنچایت کے بعد یا؛ جرگہ؛ کا لفظ بھی اپوزیشن ارکان کی طرف سے پیش کی گئی ترمیم کی روشنی میں شامل کیا گیا اور بل میں شامل پنچایت یا جرگہ کے انہی الفاظ نے سارے تنازع کو جنم دیا کیوں کہ اس سے یہ تاثر پیدا ہوا کہ پنچایت اور جرگہ کے موجودہ نظام کو متبادل تصفیہ کا نظام قبول کرتے ہوئے قانونی اور آئینی حیثیت دے دی گئی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس قانون کا اطلاق صرف وفاقی دارالحکومت یعنی اسلام آباد اور اس کی حدود میں کیا گیا ہے۔ متبادل تصفیہ کے اس نظام کی کامیابی کی صورت میں اگر اس کا دائرہ کار ملک کے دیگر حصوں تک بڑھانا مقصود ہوا تو اسی بل کی طرز پر صوبائی اسمبلیاں قانون سازی کریں گی کیوں کہ دیوانی مقدمات میں قانون سازی کا اختیار انہی کو حاصل ہے۔

> اس غلط فہمی کے جنم لینے یا ابہام کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قومی اسمبلی نے جس متبادل تنازعہ جاتی تصفیہ بل دو ہزار سترہ کو منظور کیا اس میں اس متبادل نظام کی جو تعریف کی گئی اس میں لکھا گیا کہ متبادل تنازع جاتی تصفیہ اے ڈی آر سے مراد وہ عمل ہے جس میں فریقین تنازع کے تصفیہ کرنے کے طریقہ کار میں عدالتوں کے علاوہ تجویز کردہ ثالثی، مصالحت کار، غیر جانب دار شخص اور پنچایت یا جرگہ سے رجوع کرسکیں گے

اس قانون میں واضح کیا گیا ہے کہ تنازعات کی تیئس دیوانی اقسام میں تصفیہ کے اس متبادل نظام سے استفادہ کیا جا سکے گا۔ ان دیوانی اقسام میں مالک مکان اور کرایہ دار کے درمیان تنازع، شفعہ کے مقدمات، زمین اور جائیداد کے تنازعات، پیشہ وارانہ لاپرواہی سے متعلق تنازعات، تنسیخ نکاح اور نان نفقہ کے خاندانی تنازعات، غیر منقولہ جائیداد کی تقسیم کے ذریعے علیحدہ قبضے، مشترکہ جائیداد کے کھاتوں کی سپردگی، کمپنیات اور بنکنگ کے امور سمیت دیگر تنازعات شامل ہیں۔ متبادل نظام کے ذریعے ایسے فوجداری مقدمات یا تنازعات میں بھی تصفیہ کیا جا سکے گا جو قابل ضمانت ہیں۔ بل کی منظوری کے عمل کے دوران یہ سوالات بھی اٹھائے گئے کہ اے ڈی آر کے عمل میں خواتین کا استحصال ہوگا اور وہ مردوں یا خاندان کے دباؤ کی وجہ سے انصاف کے حصول کیلئے عدالتوں سے رجوع نہیں کرسکیں گی تاہم بل میں یہ واضح طور پر درج کیا گیا ہے اور وفاقی وزیر قانون وانصاف زاہد حامد نے بھی وضاحت کی تھی کہ عدالتیں اس وقت تک کوئی بھی مقدمہ اے ڈی آر کو منتقل نہیں کریں گی جب تک دونوں فریقین اس پر رضا مندی ظاہر نہیں کرتے۔

فی الوقت رائج پنچایت یا جرگے کی ہیئت کے برعکس متبادل تنازع جاتی تصفیہ کے نظام کے تحت حکومت ہائی کورٹ کی مشاورت سے ہر ضلع میں غیر جانب دار افراد پہ مشتمل ایک پینل تشکیل دے گی۔ ان میں وکلا، اعلی اور ماتحت عدلیہ کے ریٹائرڈ جج صاحبان، ریٹائرڈ سرکاری ملازمین، سماجی کارکنان، علماء، ماہر قوانین اور اپنے شعبے کے معروف اور ایماندار افراد شامل ہو سکتے ہیں۔ عدالت کی طرف سے فریقین کی رضا مندی کی صورت میں بھیجے گئے کسی بھی مقدمے یا تنازع میں یہ غیر جانب دار افراد ثالثی، مصالحت یا مفاہمت کے ذریعے تصفیہ کرا سکیں گے۔ قانون سازوں کی طرف سے منظور کئے گئے بل میں اگرچہ پنچایت یا جرگہ کے موجودہ نظام کو آئینی تحفظ نہیں دیا گیا لیکن اسی بل کی شق چودہ میں پنچایتی نظام کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا گیا ہے کہ جہاں کسی بھی قانون کے تحت پنچایتی یا جرگہ کا نظام قائم کیا گیا ہو تو یہ اس ایکٹ میں فراہم کئے گئے طریقہ کے مطابق دیوانی تنازعات کے دوستانہ تصفیہ میں آسانی پیدا کرے گا۔ مزید کہا گیا ہے کہ اس ایکٹ کی شرائط پنچایت کے ذریعے تنازعات کے تصفیے میں مناسب تبدیلیوں کے ساتھ لاگو کی جائیں گی۔ اگرچہ ان دفعات میں پنچایت یا جرگہ کی تشکیل میں قانون کی قدغن کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اسے مزید واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ متبادل تصفیہ کے نظام کے حق میں یہ دلیل دی گئی ہے کہ عدالتوں پر مقدمات کے بوجھ کو کم کرنے، تاخیر سے بچنے اور سستے انصاف کی فراہمی میں مدد ملے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کی عدالتوں میں اس وقت بھی انیس لاکھ سے زائد مقدمات زیر التواء ہیں، صرف عدالت عظمٰی میں زیر التواء مقدمات کی تعداد اکتیس ہزار کے لگ بھگ ہے جبکہ ملکی عدالتوں میں جتنے مقدمات نمٹائے جاتے ہیں اس سے ڈیڑھ گنا زیادہ سالانہ نئے مقدمات دائر ہو جاتے ہیں۔ نسل در نسل مقدمات کی پیروی ایک تلخ حقیقت ہے جبکہ حال ہی میں قیدیوں کو بعد از مرگ رہائی کے فیصلوں نے بھی انصاف کے نظام میں موجود کمزوریوں کا پردہ چاک کیا ہے لیکن متبادل کے طور پر ملک بھر میں ایسا قانون سوچ بچار کے بعد وضع کیا جائے تاکہ یہ نہ ہو کہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا، والی صورتحال پیدا ہو جائے۔

(بشکریہ جنگ)

میں ڈبل ماسٹرز کے باوجود ایک بیروزگار خواجہ سرا ہوں

رفی خان

میں رفی خان ہوں، ایک خواجہ سرا جو سندھ میں خواجہ سراؤں کے حقوق کے لیے کام کرتی ہے۔ جس دن سے میں نے گھر چھوڑا تب سے مجھے ایک طویل سفر طے کرنا پڑا ہے۔

لوگ مجھے رقص کرنے یا گداگری جیسے پیشوں کو چھوڑ کر کوئی ہنر سیکھنے اور کام شروع کرنے کا مشورہ دیتے ہیں؛ انہیں پتہ ہی نہیں کہ میں سند یافتہ ڈبل ماسٹرز ہوں۔

میرا تعلق لاڑکانہ کے ایک پڑھے لکھے خاندان سے ہے، مگر میرے والدین اور بہن بھائیوں نے میری جنسی شناخت کی بناء پر مجھے مسترد نہیں کیا۔ خوش قسمتی سے جلد ہی میرے گھر والوں کو یہ احساس ہوگیا کہ میں بھی انہی کا ایک حصہ ہوں اور وہ مجھے خود سے الگ نہیں کر سکتے۔

میں بچپن میں ہی گھر سے بھاگ کر ایک گرو کی طرف چلی گئی تھی جو میرے ہی محلے میں مقیم تھے۔ گرو نے میرے والد سے بات کی اور انہیں سمجھایا کہ جتنا زیادہ وہ مجھے دبائیں گے، میں اتنی ہی زیادہ باغی بنوں گی۔

میرے والدین مجھے سمجھنے اور اپنانے لگے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ میں جس حالت میں رہنا پسند کروں میں اس حالت میں رہ سکتی ہوں اور انہوں نے مجھے یہ بھی کہا کہ مجھے تعلیم کو ہی اپنا مقصد بنانا چاہیے تاکہ آگے چل کر خواجہ سرا برادری کی مدد کرسکوں۔

اسکول جانا میرے لیے کوئی آسان کام نہ تھا۔ مجھ سے ناگوار رویہ برتا جاتا تھا۔ مجھے لڑکوں جیسے کپڑے پہننے پڑتے تھے اور لڑکیوں کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت بھی نہیں ہوتی۔ ٹیچرز کلاس کو تفریح فراہم کرنے کے لیے مجھے ناچنے اور گانے کا کہتے، کہ جیسے خواجہ سرا بنے ہی صرف اس کام کے لیے ہوتے ہیں۔

مگر میرے لیے سب سے اہم چیز تھی والدین کا ساتھ، جس کے باعث ہی میں نے شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیرپور سے سیاسیات اور معاشیات میں ماسٹرز مکمل کیا۔

لیکن کیا خوب ستم ظریفی کہیے اسے، کہ اپنی مرضی کے مطابق زندگی جینے کی خواہش ہی میری زندگی میں سب سے بڑی رکاوٹ بنی۔ میں نے سوچا تھا کہ تعلیم کے حصول سے میرے تمام مسائل حل ہوجائیں گے۔

میری بہنیں پروفیسرز ہیں اور میرے بھائیوں کا اپنا کاروبار ہے اور سرکاری ملازمتیں بھی ہیں۔ میری عمر 40 برس سے بھی تجاوز کر چکی ہے، یونیورسٹی سے تعلیم یافتہ ہوں، مگر اب بھی زندگی کا چرخہ چلانے لائق روزگار کے لیے جدوجہد کر رہی ہوں۔ یہ بات نہایت دردناک ہے۔

جب ملازمت کی تلاش میں کراچی آئی تب میری توقعات کافی زیادہ تھیں۔ ہر کوئی کراچی آنا اور شہری زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ میں بھی یہی چاہتی تھی۔ یہاں آکر مجھے میری تمام امیدیں بے معنی لگنے لگیں۔ کسی قسم کی ملازمت حاصل نہ کر پانے کی وجہ سے میں رقص اور گداگری کرنے پر مجبور تھی۔

سپریم کورٹ نے کراچی کے اندر سرکاری ملازمتوں میں ہمارا کوٹہ **2** فیصد مقرر کیا ہے، مگر اب تک سرکاری کرسیوں پر دو خواجہ سرا بھی نہیں بیٹھے۔ مرد و خواتین کے لیے ملازمت کے اشتہار چھپتے ہیں مگر کہیں خواجہ سرا کا ذکر نہیں ہوتا۔ ہم میں سے کئی تو رجسٹرڈ شہری بھی نہیں۔ شناختی کارڈز بنوانا کسی بڑے چیلنج سے کم نہیں ہوتا۔ نادرا افسران کے بیہودہ رویوں کی وجہ سے ہم میں سے اکثر تو نادرا دفاتر کا رخ کرنا ہی پسند نہیں کرتے۔

میری خوش قسمتی ہی کہیے کہ اسی عرصے کے دوران کراچی میں میری ملاقات ایک گرو اور ایک خواجہ سرا برادری سے ہوئی۔ میرے گرو نے سوچا کہ ملازمت کی تلاش کرنا فضول ہے — اور ان کے پاس اس بات کا درست جواز بھی تھا — مگر تعلیم یافتہ ہونے کے ناطے میرے دوستوں کو احساس تھا کہ مجھے کسی اور بہتر روزگار سے منسلک ہونا چاہیے۔ میرے دوست نہیں چاہتے تھے کہ میری زندگی بھی ان ہی کی طرح بن کر رہ جائے۔

صلاح مشوروں کے بعد مجھے ٹیکس وصولی افسر کی ملازمت مل گئی۔ آگے چل کر، 2014 میں کراچی خواجہ سرا برادری سینٹر چلانے کا کام سونپ دیا گیا، اس کمیونٹی کا آغاز حکومت سندھ کی جانب سے سماجی بہبود کی وزیر، روبینہ قائم خانی کی قیادت میں ہوا تھا۔

ہر کوئی اس بات پر پر جوش نظر آیا کہ میں حکومت کے لیے کام کر رہی ہوں، مگر حقیقت یہ ہے کہ میں جلد ہی دوبارہ بھیک مانگنے سڑکوں پر کھڑی تھی۔ مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا کہ مجھے سینٹر پر ماہانہ 15 ہزار روپے تنخواہ دی جائے گی، مگر کچھ عرصے بعد یہ قلیل تنخواہ بھی ملنا بند ہوگئی۔

گزشتہ برس سے مجھے ایک دھیلا بھی ادا نہیں کیا گیا۔ میں نے سینٹر کو قائم رکھنے اور متحرک رکھنے کی بھرپور کوشش کی، مگر ہمیں کسی قسم کی سرگرمی کرنے کے لیے فنڈز ہی فراہم نہیں کیے گئے۔ میں نے سینٹر جانا چھوڑ دیا ہے۔

میرے والدین نے مجھے پڑھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، مگر آج میں انہیں پیسے بھیجنے کے لائق بھی نہیں ہوں۔ میں شرمساری محسوس کرتی ہوں۔ حکومت نے مجھے اور میری برادری کو ناکام بنادیا ہے۔

سپریم کورٹ نے کراچی کے اندر سرکاری ملازمتوں میں ہمارا کوٹہ 2 فیصد مقرر کیا ہے، مگر اب تک سرکاری کرسیوں پر دو خواجہ سرا بھی نہیں بیٹھے۔ مرد و خواتین کے لیے ملازمت کے اشتہار چھپتے ہیں مگر کہیں خواجہ سرا کا ذکر نہیں ہوتا۔ ہم میں سے کئی تو رجسٹرڈ شہری بھی نہیں۔ شناختی کارڈز بنوانا کسی بڑے چیلنج سے کم نہیں ہوتا۔ نادرا افسران کے بیہودہ رویوں کی وجہ سے ہم میں سے اکثر تو نادرا دفاتر کا رخ کرنا ہی پسند نہیں کرتے۔

مجھ سے جتنی ہوسکتی ہے میں اتنی ہی ان کی مدد کرتی ہوں۔ شناختی کارڈ بنوانے کے مرحلے میں مدد کرنے کے لیے میں خود اپنی کمیونٹی کے لوگوں کے ساتھ نادرا دفاتر جاتی ہوں۔ نادرا دفاتر میں خواجہ سراؤں کے لیے علیحدہ کھڑکی کا انتظام کرنے کے لیے میں نے حکومت کے ساتھ مل کر کام کیا۔ شکر ہے کہ اب چند نادرا دفاتر میں خواجہ سراؤں کے لیے علیحدہ کھڑکیوں کا انتظام موجود ہے۔

لوگ سوچتے ہیں کہ خواجہ سرا جسم فروشی کے سوائے اور کچھ نہیں۔ انہیں نہیں پتہ کہ اگر ہم جسم فروشی کرتے تو ہماری زندگی کے حالات کم از کم موجودہ حالات سے تو بہتر ہوتے۔

رفی خان نے اپنی زندگی کا احوال انعم لودھی کو بتایا جنہوں نے اسے ایک بلاگ کی صورت دی۔

(بشکریہ ڈان)

جمعۃ الوداع پہ بہنے والے خون سے کوئی فرق پڑ سکے گا؟

امتیاز عالم

رمضان المبارک میں ایسی قیامت کبھی ٹوٹ پڑتی دیکھی۔ پاراچنار میں پھر خون کی ہولی کھیلی گئی، کوئٹہ میں پولیس اہلکاروں کو پھر شہید کیا گیا اور کراچی میں سپاہیوں کو نشانہ بنایا گیا۔ اب تو گنتی بھی ختم ہو چلی ہے، کتنوں کا شمار کریں اور کتنوں کی تعزیت۔ اور یہ سب جمعۃ الوداع پہ ہوا۔ قبل از اسلام اور ظہورِ اسلام کے وقت بھی رمضان کے دوران جنگ و جدل اور قتل و مقاتلے بند کر دیئے جاتے تھے۔ مسلم ہوں یا غیر مسلم سبھی امن کی مالا جپتے۔ اب زمانے اور ہیں اور مسجد الحرام پہ بھی حملہ کرنے کی کوشش میں کچھ دہشت گرد مارے گئے۔ جی ہاں! جمعۃ الوداع کے دن ہی۔ مارنے والے 'مسلمان'۔ مرنے والے معصوم اللہ لوگ!! کسی کو کوئی کیا دوش دے جب وحشیانہ گمراہی ''کارِ خیر'' ٹھہرے۔ صبح شام ہم ''قتال'' کے وظیفے سنتے ہیں اور اپنی صفوں سے ایسے غضبناک ''مجاہد'' اُبھرتے دیکھتے ہیں۔ اور پھر بھی بغل کے چوروں کی تلاش میں جانے کیوں نقشِ پا کی تلاش میں گم ہو کے رہ جاتے ہیں۔ سوچا تھا کہ ضربِ عضب اور ردّ الفساد نسخہ ہائے تیر بہ ہدف ثابت ہوں گے اور قتل و غارت گری کی فیکٹریاں دہشت گرد پیدا کرنا بند کر دیں گی۔ لیکن دیوانگی ہے کہ ختم ہونے کو نہیں۔ اور چین ہے کہ نصیب میں نہیں!!

ذرا سوچیے کہ دُنیا میں دہشت گردی کا الزام مسلمان پر ہی کیوں اور پوری مسلم دُنیا اپنوں ہی کے ہاتھوں خون میں لت پت۔ گھر میں آگ لگی ہو تو غیر جلتی پہ تیل تو ڈالیں گے ہی اور ایسے غیر جو ہمارے حکمرانوں کے پالن ہار ہیں۔ بجائے اس کے کہ حکمرانوں (جن میں اُمرا، شیوخ، شہزادے، فوجی آمر، مذہبی پیشوا اور اُن کے بعض لے پالک میڈیا شامل ہیں) کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ بھانت بھانت کے بجھکڑ لوگوں کو سازشی نظریوں کی گمراہیوں میں دھکیل دیتے ہیں۔ اس شیطانی کھیل میں کون ہے جو ملوث نہیں ہے۔ مسجد ہو یا منبر، مکتب ہو یا جامعہ، فرقہ وارانہ رسائل ہوں یا قتال کا بیان، مذہب کی تکفیری، تحقیری اور تفریقی تشریحات ہوں یا علم و تحقیق، سائنسی و سماجی علوم، ندرت و جدت، رواداری و سلامتی سے بیزاری، سب صبح شام ایسی تخریبی ذہن سازی میں ہمہ وقت مصروف کہ نسلوں کی نسلیں گمراہ ہو رہی ہیں۔ دس کو مارتے ہیں تو سو اور مرنے کو تیار۔ آخر اس مارا ماری سے دین و دُنیا کو کیا حاصل، سوائے تباہیوں اور بربادیوں کے نہ ختم ہونے والے سلسلے کے۔ ذرا نظر ڈالیں! سعودی عرب اور یمن کے مابین کیا ہو رہا ہے، سعودی عرب اور اس کے اتحادیوں اور قطر کے مابین جھگڑا کس بات پر ہے۔ شمالی افریقہ کے مسلم ممالک اور لیبیا میں خون آشام جنگ کیوں ختم ہونے کو نہیں۔ شام میں انسانی المیہ ہے کہ سالوں سے چلا جا رہا ہے، عراق میں فرقہ واریت کی آگ بجھنے کو نہیں۔ عربی عجمی، شیعہ سنی، تکفیری، سلفی، دیوبندی، بریلوی اور جانے کون کون سے قبائلی و گروہی جھگڑے ہیں جو مسلم اُمہ کو ہڑپ کرنے میں ہمہ تن مصروف۔ یہ سب کچھ ہم اپنے اردگرد دیکھتے ہیں، مختلف رنگوں کے عماموں، نوع بنوع حلیوں، مسلکوں، فرقوں در فرقوں اور قتل و غارت گری کی پھیلتی فیکٹریوں کی صورت میں، ایک خوفناک جنگل ہمارے گرد پھیلتا جا رہا ہے اور ہم نہ چاہتے ہوئے بھی (اور بہت سے لوگ پوری چاہتوں کے ساتھ) اس میں گم ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسے میں امریکہ ہو یا روس، بھارت ہو یا افغانستان، ایران ہو یا سعودی عرب سب اپنے اپنے

کرہ ارض پر وہ تباہی مچی ہے کہ اب سائنسدان نظامِ شمسی سے آگے کے سیاروں پہ بسنے کی راہیں تلاش کر رہے ہیں۔ اور ہم ہیں اپنی گور کھودنے میں ہمہ تن مصروف۔ فائر بریگیڈ کی ضرورت اپنی جگہ کہ آگ تو بجھانی ہی پڑتی ہے۔ لیکن وہ فکری بریگیڈ کہاں ہے جو آگ لگانے والے نظریوں کو بجھا سکے۔ ہر کوئی دوسرے کی ملامت میں لگا ہے، اپنی ملامت کے لئے بھی کچھ وقت نکالیں تو شاید دوسروں کی گردن زنی کی رغبت میں کچھ کمی آئے۔

مقاصد کے لئے اپنے کھیل میں مصروف۔ پھر ہم کہاں پیچھے ہٹنے والے ہیں۔ مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب، ہم نے بھی کیا کیا کھیل ہیں جو نہیں رچائے۔ افغانستان کی جس آگ میں ہم کودے اُس میں ڈیورنڈ لائن کیسے حائل ہوتی (بھلے اب کتنی ہی باڑیں لگایا کریں)۔ اور جو ماضی میں کُمک ہم نے لائن آف کنٹرول کے اُس پار پہنچائی تو ریڈ کلف لائن کے آر پار دہشت کی آگ سے ہمارے گھر کب بچے رہنے تھے۔

کرہ ارض پر وہ تباہی مچی ہے کہ اب سائنسدان نظامِ شمسی سے آگے کے سیاروں پہ بسنے کی راہیں تلاش کر رہے ہیں۔ اور ہم ہیں اپنی گور کھودنے میں ہمہ تن مصروف۔ فائر بریگیڈ کی ضرورت اپنی جگہ کہ آگ تو بجھانی ہی پڑتی ہے۔ لیکن وہ فکری بریگیڈ کہاں ہے جو آگ لگانے والے نظریوں کو بجھا سکے۔ ہر کوئی دوسرے کی ملامت میں لگا ہے، اپنی ملامت کے لئے بھی کچھ وقت نکالیں تو شاید دوسروں کی گردن زنی کی رغبت میں کچھ کمی آئے۔ لیکن جب یہ دھندہ بن جائے، میڈیا پر، مکتب میں، عبادت گاہوں میں، سیاست میں اور طاقت کے کھیل میں تو ایسے کاروبار کو ختم کرنے کے لئے بڑا ہی ہمہ طرفہ لائحہ عمل اور عظیم تر منصوبہ چاہیے۔ اور اس کے لئے کسی کو فرصت کہاں؟ وزیراعظم اور اُن کی حکومت کو پانامہ لیکس سے فرصت نہیں۔ اپوزیشن جماعتوں کو نواز شریف کو فارغ کروانے کی مہموں سے وقت بچے تو کچھ اور سوجھے، سلامتی کے ادارے اپنی حربی مشقوں میں مصروف، سرکاری محکمے بچے کھچے بجٹ کو ہڑپ کرنے میں مگن، کاروباری لوگ روزے داروں کی جیبوں کو کھنگالنے میں سرگرم۔ اور میڈیا کے پاس ہاہاہوکار کے سوا باقی کیا رہ گیا ہے۔ ایسے میں لوگ اللہ کی پناہ نہ مانگیں تو کیا کریں۔

ذرا تدبیریں سوچیں! کیوں جو کچھ کیا جاتا رہا ہے سے ہٹ کر تدبیریں سوچیں۔ مسلم دُنیا جس خوفناک راہ پہ چل نکلی ہے، اُسے کیسے موت کے کنوئیں سے نکالا جائے۔ پاکستان میں جو انتہا پسندانہ و فرقہ وارانہ کھیل چلایا جاتا رہا ہے اُس کا مکمل تدارک کیسے ہو۔ سرحد آر پار دہشت گردی اور پراکسی جنگیں جو اَب ہر طرف سے ہماری جانب پلٹ آئی ہیں، اُن کا دوطرفہ، سہ طرفہ خاتمہ کرنے کا کہاں سے اور کیسے آغاز ہو۔ درسگاہوں اور تعلیمی اداروں میں علم و آگہی، تفتیش و تحقیق اور کشادہ ذہنی کے فروغ کے لئے کیسے آگے بڑھا جائے، پوری قوم تعلیم و صحت کے زیور سے آراستہ ہو۔ نوجوانوں کو کارآمد شہری بنانے کے لئے ہمہ نو پروگرام ترتیب دیئے جائیں۔ فرقے، مذہب، نسل اور جنس کی بنیاد پر معاشرتی، قانونی اور سیاسی تقسیم کو ختم کرنے کے کیا جتن کیے جائیں۔ شدت پسندی، متشدد رجحانات اور فرقہ واریت کی ہر سطح پہ حوصلہ شکنی ہو۔ حقوق العباد کی تعلیم اور مساواتِ محمدی کا فروغ ہو۔ عدالتیں، انصاف کرتی دکھائی دیں، انتظامیہ پیشہ ورانہ فرائض کی ادائیگی میں غیر جانبدار ہو، افواج سیاست اور خارجہ امور سے دور رہیں۔ مقننہ جماعتی سربراہوں کی ربڑ اسٹیمپ نہ بنے۔ استاد قابل ہو اور تعلیم پہ توجہ دے۔ ہر کوئی اپنا اپنا کام کرے اور دوسرے کے کاموں میں ٹانگ نہ اڑائے۔ ہمسایوں سے لڑائی بازی بند اور اشتراکِ عمل فروغ پائے۔ جنگ بازی کا کھیل بند ہو اور معاشی تعاون کو فروغ ملے۔ اپنے اپنے عوام پر جبر و ستم کا سلسلہ ختم ہو اور اُن کی بات سنی اور سمجھی جائے۔ ہر کوئی زندگی جیسے گزارنا چاہے، گزارے۔ کوئی کیوں اس میں مداخلت کرے۔ غریبوں، مسکینوں کو خیرات پہ لگائے رکھنے کی بجائے، اُنہیں زندگی میں شرکت کے بھرپور مواقع میسر ہوں۔ اور کیا کیا خیال اور تدبیریں ہیں جو اپنے اپنے مسیحا کے خون میں رنگی آپ کی توجہ کی طالب۔ کیا ''دھاندلی دھاندلی''، ''پانامہ پانامہ'' کے شور میں، سوچنے کے لئے کسی کے پاس کوئی وقت ہے؟ نواز شریف جائے، کوئی اور آئے، اس سے کیا فرق پڑنے والا ہے؟ جمعۃ الوداع پہ بہنے والے خون سے کیا کوئی فرق پڑ سکے گا۔

(بشکریہ جنگ)

ارائیں بچے کا دل وحشی ہو گیا

محمد حنیف

کسی دھندے کے بند ہونے کا کیا ماتم کرنا۔ ایک بند ہوتا ہے تو دس کھل جاتے ہیں۔

لاہور کی قدیم اور سب سے بڑی کتابوں کی دکان فیروز سنز بک شاپ متصل الفلاح بلڈنگ مال روڈ اس سال کے شروع میں بند ہوئی تو زندہ دلان لاہور کی زندہ دلی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

جنھوں نے کتابوں کے اس خزینے پر شٹر گرتے اور کرائے کے لیے خالی کا بورڈ لگا دیکھا انھوں نے بھی یہی سوچا ہوگا کہ آخر دو کنال پر پھیلی اس دکان کی ضرورت کیا تھی۔

میں متفق ہوں۔ لاہور میں مطالعہ (Reading) اور آخری لفظ (The Last Word) جیسے جدید کتاب گھر بھی موجود ہیں۔ فیروز سنز کی بھی شہر میں اور شاخیں ہیں، وہاں سے خریدو اور آن لائن آرڈر کرلو، کہیں سے ڈاؤن لوڈ کر لو، اور ویسے بھی کتابیں پڑھنے سے اس ملک کا کون سا مسئلہ آج تک حل ہوا ہے۔

جتنے پیسوں کی کتاب آتی ہے اتنے میں فوڈ سٹریٹ پر دو بندے مل کر کڑاہی کھا سکتے ہیں۔

لیکن کیا کیا جائے کہ میری فیروز سنز بک شاپ سے ایک حسین اور کسی حد تک شرمناک یاد وابستہ ہے، دکان بند ہونے کا سنا تو یادوں کا دریچہ کھل گیا۔

یاد رہے کہ اعلیٰ تعلیم کے لیے لاہور آنے والے کئی بچوں کی طرح ہماری پرورش بھی ایسے ماحول میں ہوئی تھی جہاں یہ سمجھا جاتا تھا کہ گھر میں ایک کتابِ مقدس موجود ہے تو کسی اور کتاب کی کیا ضرورت ہے۔

والدین کا خیال تھا کہ جفاکش ارائیں بچوں کا کردار کہانیاں اور کتابیں پڑھ کر خراب ہو سکتا ہے۔ اس لیے کتابوں کی دکان میں سال میں صرف ایک مرتبہ جانا ہوتا تھا۔

اوکاڑہ کے مرکز میں واقع مقدر بک شاپ بہت بڑی لگتی تھی۔ لیکن صرف نصاب کی کتابیں خریدی جاتی تھیں اور اردو کی کتاب پہلے ہی دن چاٹ لی جاتی تھی۔ باقی سال کسی مہمان کے رہ جانے والے ڈائجسٹ، کسی محلے دار کے گھر پڑے پرانے اخبار یا گاؤں کے ڈاکٹر کے پاس آنے والے فیملی پلاننگ کے رسالے 'سکھی گھر' سے استفادہ کیا جاتا تھا۔

تو اس ماحول سے نکل کر جب پہلی دفعہ لاہور کی فیروز سنز بک شاپ میں داخل ہوئے تو ہماری حالت وہی ہوئی جو منٹو کے ایک پینڈو کردار کی لاہور کے بازارِ حسن میں جا کر ہوتی ہے۔

یا اللہ اتنی کتابیں، اتنے رنگ برنگے ناول، شاعری کا سیکشن، تاریخ کی کتابیں، آپ بیتیاں، اوپر سے اتنا ٹھنڈا ماحول، اونچی چھت سے لگے بہت نیچے تک لٹکتے پنکھے، کتاب اٹھاؤ، کچھ صفحے پڑھو اور واپس رکھ دو، کوئی پوچھنے والا نہیں کہ خریدو گے بھی یا مفت کے چسکے لیتے رہو گے۔

جیب میں پیسے کم ہوتے تھے، کسان گھرانے کی تربیت نے بھی یہی سکھایا تھا کہ کتاب خریدنا فضول خرچی ہے اس لیے مفت میں کتابیں پڑھنے کی کچھ عادت سی پڑ گئی۔

کالج کے ہاسٹل میں اور بھی چھوٹے بڑے شہروں سے لڑکے آئے تھے جن کو لاہور میں کوئی نہیں جانتا تھا، زندہ دلان سے ذرا خوف بھی آتا تھا۔

ایسے میں ہم اپنے پینڈو پن کو چھپانے کے لیے اور شہری بچوں کو متاثر کرنے کے لیے کسی کتاب یا رسالے کو ڈھال بنائے رکھتے تھے۔

> جیب میں پیسے کم ہوتے تھے، کسان گھرانے کی تربیت نے بھی یہی سکھایا تھا کہ کتاب خریدنا فضول خرچی ہے اس لیے مفت میں کتابیں پڑھنے کی کچھ عادت سی پڑ گئی۔

فیصل آباد سے آئے ہوئے ایک شہری بچے نے کہا یہ تم ہر وقت پڑھتے رہتے ہو، مجھے بھی پڑھنا ہے لیکن مجھے نہیں پتہ کہ کون سی کتابیں پڑھنی چاہییں۔ میں نے کہا فیروز سنز چلتے ہیں۔ دل میں لالچ کی ایک لہر سی اٹھی اور پوچھا کہ کتنی کتابیں خریدو گے؟

اس نے کہا سات آٹھ۔ میں نے دل میں کہا خریدے گا تو اور پڑھوں گا میں۔ اور یوں لالچ سے مغلوب ارائیں بچے کا دل وحشی ہو گیا اور ایسی ایسی کتابیں خرید ڈالیں جن کا صرف نام سنا تھا۔

سکول میں علامہ اقبال کی نظموں کو رٹا لگاتے آئے تھے تو بال جبریل تو بنتی تھی۔ فیض کا نام سنا تھا یہ سمجھ نہ آیا کہ کتاب کا نام دستِ صبا کیوں ہے۔ کیا ہوا کے بھی ہاتھ ہوتے ہیں۔

علی پور کا ایلی سکول کی لائبریری میں دیکھی تھی چھونے کی اجازت نہیں تھی، خرید لی۔ کرنل محمد خان کی بجنگ آمد کا ایک باب پڑھا تھا پوری کتاب اٹھا لی۔

حالت وہی تھی جو الف لیلیٰ کی کہانی میں اس بچے کی ہوتی ہے جو بازار میں جاتا ہے تو مٹھائی کی تمام دکانیں کھلی لیکن دکاندار غائب۔

اس خزانے کو سمیٹ کر ہاسٹل واپس آئے اور دل میں منصوبہ بناتے آئے کہ پہلے کون سی پڑھیں گے، ساتھ دل میں تھوڑی ندامت بھی کہ نئی نئی دوستی کا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔

ہاسٹل پہنچ کر نئے دوست نے کہا یہ ساری کتابیں تمہاری ہی ہیں۔ سالگرہ کا تحفہ

میں نے پوچھا کون سی سالگرہ؟۔ ہمارے گاؤں میں کتاب کے علاوہ سالگرہ کو بھی بدعت سمجھا جاتا تھا اور ہمارا خیال تھا کہ یہ چیز کوئی فلموں میں ہوتی ہے جہاں وحید مراد بیٹھ کر پیانو بجاتا ہے اور اداس گانا گاتا ہے۔

نئے دوست نے کہا میں نے تمہارے سٹوڈنٹ کارڈ پر دیکھا ہے آج تمہاری تاریخ پیدائش ہے۔

ندامت قہقہے میں بدل گئی اور میں نے شہری بابو کو سمجھایا کہ گاؤں میں تاریخ پیدائش کو سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا، جس دن بچے کو سکول داخل کرانے جاتے ہیں استاد پانچ سال پیچھے کر کے اسی دن کی تاریخ ڈال دیتا ہے۔

جس دن سکول میں ہمارا داخلہ ہوا ماسٹر صاحب نے پانچ سال پیچھے کر کے یکم اپریل ڈال دی۔ ہمارے والدین کو اپریل فول کا علم نہیں تھا۔ ماسٹر صاحب کے بارے میں آج بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا۔

ہمارا خیال ہے کہ کتابیں پڑھنے سے یقیناً انسان بہتر نہیں ہوتا۔ زندگی میں ذاتی لائبریریوں والے درندہ صفت بھی دیکھے ہیں اور چٹے ان پڑھ بھی لیکن اب بھی کتاب کو صدقہ جاریہ سمجھتا ہوں اور کوئی بہت اچھی کتاب پڑھوں تو کسی نئے یا پرانے دوست کو دے دیتا ہوں۔

برکتوں کے مہینے میں یہ بابرکت واقعہ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ فوڈ سٹریٹ کے اپنے مزے ہیں لیکن اچھی سے اچھی کڑاہی کا مزہ بھی اگلے دن بھول جاتا ہے لیکن کتاب میں پڑھا ایک اچھا جملہ بھی ساری عمر ساتھ رہتا ہے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

میرا اللہ ان سے بدلہ لے گا

ارم عباسی

میں سوچتی تھی کہ میرا بیٹا بڑا ہو کر بڑا آدمی بنے گا۔ میرا سہارا بنے گا لیکن اسے اتنی بیدردی سے قتل کر دیا گیا۔ کسی نے مشعال کو تحفظ فراہم نہیں کیا۔ ان لوگوں کو کیا سزا ملے گی جنھوں نے میرے بیٹے پر جھوٹا الزام لگایا؟'

یہ کہنا ہے مشعال خان کی والدہ سیدہ گلزاز بیگم کا جن سے ملنے میں صوابی کے قریب واقع گاؤں زیدہ گئی۔ جب مشعال نے ایف اے میں پہلی پوزیشن حاصل کی تو گاؤں کے چوک پر لگے بل بورڈز کو اس کی تصاویر سے سجایا گیا لیکن انہی بورڈز پر اب اس کے چہلم کی تصاویر ہیں۔

گھر میں داخل ہوتے ہی ایک چارپائی پر 23 سالہ مشعال کا بچا کچا سامان پڑا تھا۔ جو پولیس نے چند دن پہلے ہی لوٹایا تھا۔ مشعال کے کپڑے، چند کتابیں اور 270 روپے لیکن کیمرہ، لیپ ٹاپ، فون جیسی قیمتی اشیا ہوسٹل سے چوری ہوگئی تھیں۔

مشعال کی والدہ وقفے وقفے سے اس کے کپڑوں اور کتابوں کو چومتیں اور کہتیں 'خدا نے مجھے ہنرمند بیٹا دیا لیکن

مشعال کی والدہ اس کے کپڑوں کو چوم رہی ہے

> اس سلسلے میں بی بی سی سے بات کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کے سینیٹر فرحت اللہ بابر کہتے ہیں 'رپورٹ کے بعد یہ واضح ہے کہ مشعال خان توہین مذہب کا مرتکب نہیں۔ توہین مذہب کے نام پر اس کا خون ناحق ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی شہادت ضائع نہیں جائے گی اور یہ موقع ہے کہ حکومت توہین مذہب کے غلط استعمال کے خلاف اقدامات کرے۔'
>
> ان کا مزید کہنا تھا 'جب یہ ثابت ہو جائے کہ توہین مذہب کے قانون کا غلط استعمال ہوا تو اس شخص کو بھی وہی سزا ملنی چاہیے جو توہین مذہب کے مرتکب کو ملتی ہے۔'

ان ظالموں نے مجھ سے میرا بیٹا چھین لیا۔ میرا اللہ ان سے بدلہ لے گا۔'

خیال رہے کہ حال ہی میں مشعال خان کے قتل کی تحقیقاتی رپورٹ سامنے آئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مشعال خان پر توہین مذہب کا جھوٹا الزام لگایا گیا ہے اور قتل مبینہ طور پر سوچی سمجھی سازش کے تحت کیا گیا جس میں یونیورسٹی کے اہلکار اور پختون سٹوڈنٹ فیڈریشن کے صدر ملوث تھے۔

مشعال خان طلبا کے مسائل اجاگر کرنے اور یونیورسٹی میں ہونے والی مبینہ بدعنوانی کیخلاف آواز اٹھانے کے لیے جانے جاتے تھے۔

13 اپریل کو یونیورسٹی میں شور مچا کہ مشعال خان اور ان کے دو دوستوں نے توہین مذہب کی ہے جس کے بعد طلبا نے مشعال کو مار مار کر ہلاک کر دیا۔ مشعال کو تین گولیاں بھی ماری گئیں۔

مشعال کے والد اقبال خان کہتے ہیں 'مشعال کی لاش خون سے لت پت تھی۔ اس کے سر پر پتھر اور گملے مارے گئے۔ اس کے ہاتھوں پر چھریاں ماری گئیں۔ ہم نے جلدی جلدی روئی کے ساتھ اس کے بدن کو جنازے سے پہلے صاف کیا تاکہ اس کی ماں یہ نہ دیکھ سکے کیونکہ اس سے برداشت نہیں ہوتا۔'

'غضب تو یہ ہے کہ میرے اتنے نیک بیٹے پر توہین مذہب کا الزام لگایا گیا اسے برہنہ کر کہ مارا گیا۔'

اقبال خان جے آئی ٹی کی رپورٹ سے مطمئن ہیں۔ 'میں چاہتا ہوں جو لوگ ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے انہیں پکڑا جائے۔ پولیس نے اداکاروں کو تو پکڑ لیا مگر جنھوں نے یہ ڈرامہ تخلیق کیا وہ اب بھی کھلے عام گھوم رہے ہیں۔'

اس واقعے نے ایک مرتبہ پھر یہ سوال اٹھایا ہے کہ آخر ان لوگوں کے خلاف کیا کارروائی کی جائے جو ذاتی مفاد کے لیے توہین مذہب کے قانون کا غلط استعمال کرتے ہیں؟

اس سلسلے میں بی بی سی سے بات کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کے سینیٹر فرحت اللہ بابر کہتے ہیں رپورٹ کے بعد یہ واضح ہو گیا ہے کہ مشعال خان توہین مذہب کا مرتکب نہیں۔ توہین مذہب کے نام پر اس کا خون ناحق ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی شہادت ضائع نہیں جائے گی اور یہ موقع ہے کہ حکومت توہین مذہب کے غلط استعمال کے خلاف اقدامات کرے۔

ان کا مزید کہنا تھا 'جب یہ ثابت ہو جائے کہ توہین مذہب کے قانون کا غلط استعمال ہوا تو اس شخص کو بھی وہی سزا ملنی چاہیے جو توہین مذہب کے مرتکب کو ملتی ہے۔'

توہین مذہب کے قانون کے غلط استعمال کی مذمت باتوں کی حد تک تو تمام علما اور قانون ساز سب کرتے ہیں مگر ان کی اکثریت معاشرتی رویوں میں تبدیلی کے لیے قانون سازی تو دور کی بات بلکہ بات کرنے سے بھی کتراتی ہے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

عائشہ ہر ملک کی کتاب پڑھنا چاہتی ہیں

حنا سعید

پاکستان سے تعلق رکھنے والی 13 برس کی عائشہ عارف کو شوق ہے کہ وہ دنیا کے مختلف ممالک کی کتابیں پڑھیں۔

آٹھویں جماعت کی طالبہ عائشہ اب تک دنیا کے 197 ممالک میں سے 82 ممالک کی کتابیں پڑھ چکی ہیں اور اس سے زیادہ دلچسپ ہے اس سفر کے پیچھے کی کہانی۔

بچپن سے کتابیں پڑھنے کی شوقین عائشہ کو اپنی امی کی لائی ہوئی کتابیں کبھی پسند نہیں آئیں۔ پڑھنے کا شوق تو تھا لیکن ذوق کی تسکین نہیں ہو پا رہی تھی۔ تب ایک دن عائشہ کے بھائی نے ان کو کچھ ایسی کتابیں لا کر دیں جس سے ان کی زندگی ہی بدل گئی۔

عائشہ کے بقول 'بھائی نے مجھے لیمینی سنیکیٹ کی چار کتابوں کا سیٹ لا کر دیا جس کا نام تھا 'بدقسمت واقعات کا (series of unfornate events) ان کو پڑھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ میرے مزاج کی کتابیں بھی ہیں۔ پھر کتابیں پڑھنا ایک عادت سی بن گئی۔ شروع میں صرف برطانوی اور امریکی مصنفین کی کتابیں پڑھیں تو ایسا لگا کہ کچھ چھوٹ رہا ہے، تب خیال آیا کہ کیوں نہ دنیا کے ہر ملک سے ایک کتاب پڑھی جائے۔'

عائشہ برطانوی بلاگر اور مصنفہ این مورگن سے بہت متاثر ہوئیں، جنھوں نے سنہ 2012 میں اسی طرز پر دنیا بھر سے کتابیں پڑھنے کی مہم چلائی تھی۔

سوچنے میں جتنا آسان تھا، کرنے میں اتنا ہی مشکل۔ نہ اتنے پیسے اور نہ اتنے وسائل۔ پھر عائشہ نے سوشل میڈیا کا سہارا لیا اور اپنے مشن کو 'ریڈنگ اے بک فرام ایوری کنٹری' (دنیا کے ہر ملک سے ایک کتاب پڑھنا) کے نام سے فیس بک پر ایک صفحہ بنایا۔ اس حوالے سے عائشہ کی امی نے ان کی رہنمائی کی اور جلد ہی یہ صفحہ کافی مقبول ہو گیا۔

عائشہ نے اپنے فیس بک پیج پر 197 ممالک کے نام لکھ کر ان کے آگے خالی جگہ چھوڑ دی تا کہ لوگ ان ممالک کی بہترین کتابوں کے نام تجویز کر سکیں جس کے بعد مشوروں کا تو تانتا ہی بندھ گیا۔ مصنف اور فنکاروں کے علاوہ غیر ملکی سیاسی رہنماؤں نے بھی عائشہ سے رابطہ کیا۔

'میرے لیے سب سے یادگار لمحہ وہ تھا جب نائجیریا کے سابق صدر گڈ لک جوناتھن نے مجھے فیس بک پر پیغام بھیجا اور اپنے ملک کی بہترین کتابیں تجویز کیں لیکن دکھ کی بات یہ ہے کہ کسی نے میرا اکاؤنٹ رپورٹ کر دیا اور کم عمر ہونے کی وجہ سے فیس بک نے میرا اکاؤنٹ ختم کر دیا جس سے میرا ان تمام لوگوں سے رابطہ ٹوٹ گیا۔

> عائشہ برطانوی بلاگر اور مصنفہ این مورگن سے بہت متاثر ہوئیں، جنھوں نے سنہ **2012** میں اسی طرز پر دنیا بھر سے کتابیں پڑھنے کی مہم چلائی تھی۔

13 سال کی عائشہ نے ہمت نہ ہاری اور اپنی امی کے اکاؤنٹ کے ذریعے اپنا صفحہ بنایا۔ نیا اکاؤنٹ بھی بن گیا، نئے اور پرانے ساتھی بھی آ گئے لیکن کھویا ہوا ڈیٹا نہ مل سکا۔ عائشہ کی ان تمام کوششوں میں ان کی والدہ فریال نے مکمل رہنمائی کی۔

'امی نے مجھے فیس بک استعمال کرنا سکھایا اور بتایا کہ کس طرح لوگوں سے بات چیت کروں۔ میرے پورے خاندان نے میری مدد کی۔ بچپن میں دادی جو کہانیاں سناتی تھیں، انہی سے کتابیں پڑھنے کا شوق ہوا۔ بھائی نے وہ کتابیں لا کر دیں جن سے میرا ذوق بنا اور ابو نے تو دنیا بھر سے مجھے کتابیں منگوا کر دیں، کبھی ان کی مہنگی قیمت کی پرواہ نہیں کی۔'

عائشہ کے والد ڈاکٹر اور والدہ سکول ٹیچر ہیں، ان کی ہمیشہ سے خواہش تھی کہ وہ بھی دنیا بھر کی کتابیں پڑھ سکیں اور ان کی یہ خواہش عائشہ نے پوری کی۔

عائشہ کتابیں پڑھ کر ان پر تبصرہ بھی لکھتی ہیں۔

'میں صرف ان مصنفین کی کتابیں پڑھتی ہوں جنھوں نے اپنی زندگی کا زیادہ تر وقت اپنے آبائی ملک میں گزارا ہو۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ وہ کتاب میری عمر کے لحاظ سے ہونی چاہیے، کیونکہ میں صرف 13 سال کی ہوں تو میں بڑوں والی کتابیں نہیں پڑھ سکتی۔'

82 ممالک کی کتابیں پڑھ لینے والی عائشہ نے ان سے کیا سیکھا؟ جب یہ پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ ان کتابوں کے ذریعے ان ممالک کا ورثہ، انقلابی جنگوں اور تاریخ کے باب سامنے آئے۔

عائشہ کے لیے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ باقی ممالک کی کتابیں انگریزی میں نہیں بلکہ ان کی مقامی زبانوں میں ہیں اس حوالے سے وہ کہتی ہیں ایک حل تو یہ ہے کہ نئی زبانیں سیکھی جائیں جو میرے لیے اس وقت ممکن نہیں۔ دوسرا، ایسی کتابیں تلاش کروں جو انگریزی میں ہوں۔ کئی بار اگر مصنف کو ای میل کر کے درخواست کی جائے تو وہ خود ہی اپنی کتاب کا انگریزی ایڈیشن بھیج دیتے ہیں۔

عائشہ عارف بڑی ہو کر مصنفہ بننا چاہتی ہیں اور اسی لیے انھوں نے عزم کیا ہے کہ کتابیں پڑھنے کا سلسلہ کبھی نہیں رکیں گی۔

ان کا کہنا ہے کہ جب دنیا کے ہر ملک سے ایک کتاب پڑھنے کا سلسلہ مکمل ہو جائے گا تو وہ اس طرز کا کوئی نیا مشن شروع کر دیں گی تا کہ کتابوں سے کبھی تعلق نہ ٹوٹے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

سابق جنرل کی سوچ ہر طرف پھیلتی نظر آ رہی ہے

نہ کہیں ماتمی جلسہ، نہ کوئی یادگاری ٹکٹ، نہ کسی بڑے چوک پر اس کا بت، نہ کسی پارٹی جھنڈے پر اُس کی تصویر، نہ اُسکے مزار پر پرستاروں کا ہجوم، نہ کسی کو یہ معلوم کہ مزار کے نیچے کیا دفن ہے۔ نہ کسی سیاسی جماعت کے منشور میں اُسکے فرمودات، نہ ہر لحظ اُٹھتے سیاسی ہنگاموں میں اسکی بات۔ نہ بڑے لوگوں کے ڈرائنگ روموں میں اُسکے ساتھ کھنچوائی ہوئی کوئی تصویر، نہ کسی کتب خانے میں اُسکے کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی تحریر۔ نہ کوئی سیاستدان چھاتی پر ہاتھ مار کر کہتا ہے میں اسکا مشن پورا کروں گا۔ نہ کوئی دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے کہ مولا ہمیں ایک ایسا ہی نجات دہندہ اور دے۔ اگر یہ بچوں کی کہانی ہوتی تو ہم یہاں پر کہہ سکتے تھے کہ پس ثابت ہوا کہ ظلم کو دوام نہیں، ظالم کو کوئی اچھے لفظوں میں یاد نہیں رکھتا اپنے آپ کو خدا سمجھنے والے ریت کے بت ہوتے ہیں۔ تاریخ سب سے بڑی منصف ہے اور اُسکی کی سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ وہ آپ کا نام نشان مٹا دیتی ہے۔ دیکھو، دیکھو کیا عبرت کا نشان ہے کہ جس شخص نے پوری قوم کو ٹکٹکی پر لٹکایا۔ آئین کو کاغذ کا چیتھڑا بتایا، عوامی لیڈروں کو سولی پر لٹکایا، باقی سیاستدانوں کو اپنے در کا کتا قرار دیا، جو اپنے لوگوں کو غلام بنا کر افغانستان، بھارتی پنجاب اور کشمیر کو آزاد کرانے چلا جس نے اپنی طمع کو اللہ کا قانون قرار دیا اور اللہ کے قانون کو گلی گلی بدنام کیا۔ آج اس کا نام بھی بھلا دیا گیا۔ اس کے دسترخوان سے فیض یاب ہونے والے بھی اُس کے ذکر پر یوں منہ بناتے ہیں جیسے نوالے میں کوئی حرام چیز آ گئی ہو۔ ضیاء کسی انسان کا نام ہوتا تو شاید ہم بھول گئے ہوتے، لیکن وہ ایک سوچ کا نام تھا، فکر کا نام تھا۔ یا یوں کہیے ایک وبا کا نام تھا جو ہمارے خون میں سرایت کر گئی اور ہمیں پتہ بھی نہ چلا۔ جب بھی کبھی 'زندہ ہے بھٹو زندہ ہے' کا نعرہ سنتا ہوں تو جی چاہتا ہے کہ ان دیوانوں کو سمجھاؤں کہ نہیں بھٹو پھانسی پر جھول گیا آؤ تمہیں دکھاتا ہوں کہ کون زندہ ہے۔ دیکھو تمھاری سڑکوں پر، چوکوں پر، تمہاری ریڈیائی لہروں پر، تمہارے موبائل فون کی رِنگ ٹون میں، جدھر دیکھو، جدھر سنو، ضیاء زندہ ہے۔ وہ زندہ ہے ہمارے بچوں کو پڑھائی جانے والی کتابوں میں، ان کو سنائی جانے والی لوریوں میں، ہمارے آئین میں، قانون میں، اس قانون کی حفاظت کرنے والوں کے ضمیر میں، اس قانون کو اللہ کا قانون بنانے کا وعدہ کرنے والے کے دماغ میں۔ وہ زندہ ہے مسجدوں میں پھٹنے والے سرفروش نوجوانوں کے دلوں میں، وہ زندہ ہے ٹی وی کے ڈراموں میں، ٹی وی ٹاک شو کے میزبانوں میں، ہمارے حلق سے نکلی جعلی عربی آوازوں میں، وہ زندہ ہے حجابوں میں، نقابوں میں، ہیروئین کی دولت سے بنے محلوں میں، لگژری عمروں میں، حرام کو حلال کرتے بینک اکاؤنٹوں میں۔ وہ زندہ ہے شادی پہ چلائی جانے والی کلاشنکوف کی آواز میں، وہ چھپا ہے ہر اُس چوک پہ جہاں 70 سالہ بڑھیا بھیک مانگتی ہے اور آپ کو حاجی صاحب کہہ کر پکارتی ہے۔ وہ زندہ ہے ہر اس پولیس والے کے سوال میں جب وہ کہتا ہے نکاح نامہ کہاں ہے۔ وہ اپنا خراج مانگتا ہے جب کہتا ہے کہ دوسروں کو کافر قرار نہیں دو گے تو شناختی کارڈ نہیں ملے گا۔

وہ زندہ ہے اور آسیہ بی بی کی کال کوٹھڑی کا پہرے دار ہے۔ وہ ہر احمدی، ہر شیعہ، ہر ہندو، ہر مسیحی کے سر پہ لٹکی تلوار ہے۔ (ان میں مزار پر دھمال ڈالنے والوں، یا رسول اللہ کہنے والوں یا ننگے سر نماز پڑھنے والوں کو بھی شامل کریں)۔

وہ زندہ ہے ہمارے سیاسی ڈھانچے میں، ہماری چادر اور چار دیواری میں، ہمارے احتساب میں، ہمارے مثبت نتائج میں، ہماری نظام مصطفیٰ کی تلاش میں، ہمارے امتِ مسلمہ کے خواب میں، وہ زندہ ہے ہمارے ہر عذاب میں۔

جب احمد پور شرقیہ کے چنی گوٹھ چوک پر ہزاروں لوگ اکھٹے ہوتے ہیں اور ایک ملنگ پر تیل چھڑکنا شروع کرتے ہیں تو وہ اس ہجوم میں شامل ہر شخص کے دل میں زندہ ہے۔ جب ملنگ کو آگ لگائی جاتی ہے اور وہ چیختا ہے تو لوگوں کی سفاکانہ خاموشی میں سے یہی آواز آتی ہے۔ دیکھو میں زندہ ہوں۔

(بشکریہ ہم سب)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا
جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔
- ہر شمارہ کی قیمت مبلغ =/5 روپیہ ہے
- سالانہ خریداروں کے لیے =/50 روپیہ ایسے خریدار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (Human Rights Commission of Pakistan) کے نام صرف =/Rs.50 کا منی آرڈر یا ڈرافٹ (چیک قبول نہیں کیا جائے گا) ہمارے ہیڈ آفس کے پتہ پر روانہ کریں۔ پتہ یہ ہے:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

'''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے اب ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

کیا سانحہ احمد پور سے کوئی اچھی چیز جنم لے سکتی ہے؟

عمر دراز ننگیانہ

صوبہ پنجاب کے شہر بہاولپور سے تقریباً 40 کلومیٹر کے فاصلے پر احمد پور شرقیہ کے قریب عیدالفطر سے محض ایک دن قبل آئل ٹینکر کے الٹنے کی بعد آگ لگنے کے سانحے میں 200 سے زیادہ افراد ہلاک ہو چکے ہیں جبکہ ڈیڑھ سو کے قریب زخمی ہیں۔

مرنے والوں میں 125 افراد تو ٹینکر کے قریب پھیلے تیل میں آگ لگتے ہی موقع پر ہلاک ہو گئے تھے جن کی شناخت کے لیے ڈی این اے ٹیسٹ کی مدد لی جا رہی ہے۔

ڈاکٹروں کے مطابق زیادہ تر زخمیوں کے جسم 80 سے 90 فیصد جھلس چکے تھے۔ طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ شاید یہی وجہ تھی کہ آنے والے سات سے آٹھ دنوں میں ملتان، بہاولپور اور لاہور کے ہسپتالوں میں زیرِ علاج 80 سے زائد زخمی ہلاک ہو گئے۔

لاہور کے جناح ہسپتال میں 23 زخمیوں کو لایا گیا تھا۔ 2 جولائی (منگل) تک ان میں سے 15 ہلاک ہو چکے تھے، صرف ایک سات سالہ بچہ صحت یاب ہو کر گھر واپس گیا جبکہ چھ افراد اب بھی زیرِ علاج ہیں۔

ان چھ زخمیوں کے جسموں پر گذشتہ دو دنوں میں سکن گرافٹنگ یعنی جلد کی پیوندکاری کی گئی ہے۔ اس عمل کے تحت مریض کے جسم سے جھلسی ہوئی جلد کو ہٹا کر نئی جلد پیوند کی جاتی ہے۔ تاہم اگر یہ جلد مریض کی اپنی نہ ہو یعنی کسی اور نے عطیہ کی ہو تو وہ عارضی ہوتی ہے۔

ایسی جلد اس وقت تک جسم پر موجود رہتی ہے جب تک زخمی شخص کی اپنی نئی جلد کی نشوونما مکمل نہیں ہو جاتی۔ سانحہ احمد پور شرقیہ کے زخمیوں پر پیوند کی جانے والی جلد بھی عطیہ کی گئی ہے مگر یہ عطیہ پاکستان سے باہر امریکہ کی کمیونٹی ٹشو سروسز نامی ایک غیر سرکاری تنظیم نے دیا ہے جسے خصوصی طریقہ کار کے ذریعے محفوظ کر کے پاکستان لایا گیا ہے۔

پاکستانی ہسپتالوں میں ماہر ڈاکٹر موجود ہیں، بس کمی ہے تو جلد کے عطیے کی

جناح ہسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر سہیل ثقلین نے بی بی سی سے بات کرتے ہوئے بتایا کہ جلد گرافٹنگ کی مدد سے نہ صرف زخمیوں کی جان بچائی جا سکتی ہے بلکہ ان کی مکمل صحت یابی کے حصول میں بھی مدد ملتی ہے۔

'جب جسم جھلس جاتا ہے تو اس میں ایک سے زائد زخم ہو سکتے ہیں۔ انسانی جسم کی حرکیات تبدیل ہو جاتی ہیں اور مریض زندگی کے لیے جدوجہد کر رہا ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں اگر اس کے جسم پر جلد کی ایک حفاظتی تہہ لگا دی جائے تو اس سے بہتری آتی ہے۔'

ڈاکٹر سہیل ثقلین کے مطابق اس قسم کی سرجری کے لیے ماہر ڈاکٹروں اور سرجنوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کی خدمات انھیں پاکستان میں میسر ہیں۔ امریکہ سے ایک ہزار مربع سینٹی میٹر جلد کی گرافٹ لاہور بھیجی گئی ہے اور ڈاکٹر سہیل ثقلین کے مطابق یہ 30 سے 40 زخمیوں پر پیوندکاری کے لیے کافی ہے۔

ڈاکٹر سہیل ثقلین کے مطابق 2 جولائی تک ملتان کے پاک اٹالین برن سنٹر میں زیرِ علاج زخمیوں میں سے چار افراد پر بھی ان کی مدد سے پیوندکاری کی جا چکی ہے۔ جب کہ بہاول وکٹوریہ ہسپتال کی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر طاہرہ پروین نے بی بی سی کو بتایا کہ بہاولپور میں بھی اس وقت تک کم از کم دو زخمیوں پر اس قسم کی پیوندکاری کی جا چکی ہے۔

تاہم یہ پیوندکاری سانحے کے تقریباً ایک ہفتہ بعد عمل میں آ سکی۔ جناح ہسپتال لاہور کے برن اور ریکنسٹرکٹو سرجری سنٹر کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر معظم تارڑ نے بی بی سی سے بات کرتے ہوئے اس بات سے اتفاق کیا کہ اگر زیادہ جھلسے ہوئے مریضوں پر جلد کی پیوندکاری فوری کی جاتی تو ان کے بچنے کے امکانات بہتر ہو سکتے تھے۔

'بدقسمتی سے ہمارے پاس جو زخمی لائے گئے ان کے جسم کی اندرونی اعضا خصوصاً سانس لینے کا نظام یعنی پھیپھڑے بھی متاثر ہو چکے تھے لہٰذا اس قسم کے مریضوں پر پیوندکاری کا عمل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔'

پیوندکاری میں تاخیر کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جلد کے عطیات پاکستان میں میسر نہیں تھے جنھیں امریکہ سے منگوانا پڑا۔ ڈاکٹر معظم تارڑ کا کہنا تھا کہ اگر یہ گرافٹ پاکستان میں دستیاب ہوتے تو پیوندکاری کا عمل جلد شروع کیا جا سکتا تھا۔

ڈاکٹر سہیل ثقلین نے پہلا قدم اٹھاتے ہوئے اپنی جلد عطیہ کرنے کا اعلان کیا ہے

'ہم شاید مزید زندگیاں بچا سکتے۔ خصوصاً اس قسم کے سانحے کی صورت میں آپ کے پاس پہلے سے قائم شدہ ایک نظام ہونا چاہیے تبھی آپ بہتر نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔'

ان کا کہنا تھا کہ پیوندکاری کا عمل کچھ خاص مشکل کام نہیں اور ان کے زیادہ تر سرجن اس میں مہارت رکھتے ہیں۔ ان کے ہسپتالوں میں اس کا نظام بھی تیار ہے۔

'اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ کے پاس ایسے افراد ہوں جو اپنی زندگی میں ہی اپنی جلد کا عطیہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔'

ڈاکٹر معظم تارڑ کا کہنا ہے کہ ایسے عطیات کی عدم دستیابی کی ایک وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں اس قسم کی عطیات کا رواج نہیں ہے۔ ملک میں جلد سمیت دیگر اعضا کی پیوندکاری کے حوالے سے قوانین اور ادارے بھی موجود ہیں۔

'کوئی بھی اگر جلد عطیہ کرنا چاہے تو ہمارے پاس اس کو حاصل کرنے سے لیکر اس کو بنک میں محفوظ کرنے تک تمام سہولیات موجود ہیں۔ تاہم عطیہ کرنا لوگوں کا کام ہے۔'

ڈاکٹر معظم تارڑ کا کہنا تھا کہ اس حوالے سے آگاہی مہم چلانے اور اسے پھیلانے کی ضرورت ہے، جس کا آغاز وہ خود سے کر چکے ہیں۔

وہ میڈیا کے ذریعے اپنی جلد عطیہ کرنے کا اعلان کر چکے ہیں۔ جس سے متاثر ہو کر ان کے خاندان کے چھ لوگوں نے بھی ڈونر یا جلد عطیہ کرنے والا بننے کا عندیہ دیا ہے۔

'اس سانحہ احمد پور شرقیہ سے ایک اچھی چیز جنم لے سکتی ہے، جس میں ہم ابھی تک کامیاب نہیں ہوئے۔'

(بشکریہ بی بی سی)

اقلیتیں

روبیتا کا زبردستی مذہب تبدیل کرنے کے بعد نکاح کیا گیا

تھرپارکر سندھ کے صحرائی علاقے تھرپارکر کی پولیس نے نوعمر ہندو لڑکی کے مبینہ اغوا کا مقدمہ درج کرلیا ہے۔ ملزم علی نواز شاہ نے روبیتا میگھواڑ کا مذہب تبدیل کر کے نکاح کرلیا ہے۔ ننگر پارکر تھانے پر ستارام میگھواڑ کی فریاد پر اغوا کا مقدمہ درج کیا گیا ہے۔ مدعی ستارام میگھواڑ نے بتایا ہے کہ چھ جون کی شب جب تمام افراد سو رہے تھے کہ کچھ لوگ ان کے گھر میں داخل ہوئے اور روبیتا کو زبردستی ساتھ لے جانے کی کوشش کی۔ مدعی ستارام میگھواڑ کے مطابق لڑکی کی چیخ و پکار پر ان کا کزن ہریش اٹھ گیا، جس نے شناخت کی کہ علی نواز شاہ ساتھیوں سمیت مسلح تھا اور اس نے دھمکایا اور لڑکی کو زبردستی اپنے ساتھ لے گیا۔ ستارام میگھواڑ نے ایف آئی آر میں بتایا ہے کہ لڑکی کے اغوا کی شکایت انہوں نے علاقے کے معززین سے بھی کی تھی لیکن ابھی تک لڑکی کو واپس نہیں کرایا گیا جس کی وجہ سے وہ اب یہ مقدمہ درج کرانے آئے ہیں۔ بی بی سی کے نامہ نگار ریاض سہیل کے مطابق ضلع عمرکوٹ کے علاقے سامارو میں واقع خانقاہ مجددیہ گلزار خلیل میں روبیتا کا مذہب تبدیل کیا گیا ہے اور پیر ایوب جان سرہندی کے دستخط سے مدرسے کی سند جاری کی گئی ہے، جس میں روبیتا کا نام گلناز تحریر ہے۔ اس سند میں لڑکی کی عمر 18 سال ظاہر کی گئی ہے جبکہ لڑکی کے والدین کے پاس موجود پرائمری سکول کے سرٹیفکیٹ کے مطابق روبیتا کی عمر 16 سال ہے۔ روبیتا کے مذہب تبدیلی کے بعد اسی روز مدرسے میں اس کا نواز شاہ کے ساتھ نکاح پڑھایا گیا جس میں کہا گیا ہے کہ شادی کے دو شرعی گواہوں کے روبرو دولہا اور دلہن کی قبولیت کے بعد یہ نکاح پڑھایا گیا۔ گذشتہ سال سندھ اسمبلی نے مذہب کی جبری تبدیلی کے خلاف ایک قانون منظور کیا تھا، جس میں میں کہا گیا تھا کہ اگر کوئی صغیر (کم سن) یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے مذہب تبدیل کرلیا ہے تو اس کے دعوے کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ تاہم صغیر کے والدین یا کفیل اپنے خاندان سمیت مذہب تبدیل کرنے کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ مذہب کی جبری تبدیلی مختلف حوالوں سے ہوگی اس کو صرف جبری شادی یا جبری مشقت تک محدود نہیں سمجھا جائے گا۔ اس قانون کے مطابق اگر کسی کا جبری مذہب تبدیل کرنے کا الزام ثابت ہوجاتا ہے تو ملزم کو پانچ سال قید اور جرمانے کی سزا سنائی جائے گی اور یہ جرمانہ متاثرہ فریق کو دیا جائے گا۔ جماعت اسلامی، جماعۃ الدعوۃ سمیت دیگر جماعتوں کے احتجاج کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت اس قانون سے دستبردار ہوگئی اور سینیئر صوبائی وزیر نثار کھوڑو کا کہنا تھا کہ اس قانون میں ترمیم کی جائے گی تاہم تاحال یہ ترمیم نہیں ہوسکی۔ سندھ میں اس وقت 18 سال سے کم عمر کی شادی پر بھی پابندی ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں کا کہنا ہے کہ حکومت اس قانون پر بھی عمل کرانے میں کامیاب نہیں ہوسکی کیونکہ ہندو کمیونٹی کا یہ اب بھی دعویٰ ہے کہ ان کی نوعمر لڑکیوں کو اغوا کر کے ان کا جبری نکاح کیا جاتا ہے۔ (بشکریہ بی بی سی

'ہندو میرج بل' کو قانون کا درجہ حاصل

اسلام آباد صدر پاکستان ممنون حسین نے وزیراعظم کی ہدایت پر ہندو میرج بل پر دستخط کردیے جس کے بعد اسے قانون کا درجہ حاصل ہوگیا۔ ریڈیو پاکستان کی رپورٹ کے مطابق صدر مملکت ممنون حسین نے دستخط کر کے ہندو میرج بل کو قانون میں تبدیل کردیا، یہ قانون ہندوؤں میں ہونے والی شادیوں اور دیگر خاندانی امور میں قانونی تحفظ فراہم کرے گا۔ ہندو میرج بل کے قانون بننے کے موقع پر وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے کہا کہ پاکستان میں رہنے والی اقلیتی برادری کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے پاکستان کے ہر شہری کے لیے ہمیشہ یکساں حقوق پر توجہ دی ہے، اقلیتی برادری بھی محبّ وطن ہے اور ان کے حقوق کا یکساں تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے۔ وزیراعظم کا مزید کہنا تھا کہ حکومت ہندو آبادی والے علاقوں میں شادیوں کو رجسٹرڈ کرنے کے لیے رجسٹرار تعینات کرے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ قانون ہندو برادری کو شادی اور علیحدگی سے متعلق حقوق فراہم کرے گا جبکہ یہ قانون بیوی اور بچوں کو مالی تحفظ بھی فراہم کرے گا۔ خیال رہے کہ 27 ستمبر 2016 کو 'ہندو میرج بل '2016 وفاقی وزیر برائے انسانی حقوق کامران مائیکل نے قومی اسمبلی میں پیش کیا تھا جسے متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا تھا۔ اس کے بعد 18 فروری 2017 کو یہ بل سینیٹ میں وزیر قانون زاہد حامد کی جانب سے پیش کیا گیا تھا جس پر معمولی اعتراضات اٹھائے گئے تھے اور کچھ ترامیم کے ساتھ اسے منظور کرلیا گیا تھا۔ سینیٹ کی جانب سے کی جانے والی ترامیم کو قومی اسمبلی سے منظوری کے لیے ترمیم شدہ ہندو میرج بل 2016 کو 9 مارچ 2016 کو ایک بار پھر قومی اسمبلی میں بھیجا گیا تھا اور ایوان نے اس کی منظوری دے دی تھی جس کے بعد صدر مملکت کے دستخط باقی تھے۔ بل میں علیحدگی اختیار کرنے والے ہندو جوڑوں کو دوبارہ شادی کی بھی اجازت دی گئی ہے۔ قانون کی خلاف ورزی پر جرمانوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اب ہندو خاندان کے لیے شادی کا سٹرٹیفکیٹ 'شادی پرت' رکھنا لازمی ہوگا کیوں کہ اب تک ہندو برادری میں شادی کو کسی قانونی دستاویز سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ سندھ اسمبلی اس سے قبل صوبے کیلئے ہندو میرج کا علیحدہ قانون متعارف کرا چکی ہے۔

(بشکریہ ڈان)

غیر مسلم کی نعش دفنانے پر تصادم

بہاولپور ضلع بہاولپور کی تحصیل یزمان کے علاقہ کھتڑی بنگلہ کے نواح میں چک 23 ڈی این بی کا رہائشی مانو رام 12 جون کو وفات پا گیا۔ مارام کے اہل خانہ اور رشتہ داروں نے اس کی نعش نزدیکی نہر کھتڑی بنگلہ کے کنارے دفن کردی۔ جس پر ایک مقامی زمیندار محمد افضل نے اپنے رقبے میں نعش کو دفنانے پر ناراضگی کا اظہار کیا تو دونوں فریقین میں تلخ کلامی ہوئی۔ اور بعدازاں دونوں گروہوں نے ایک دوسرے پر لاٹھیاں برسائیں۔ مقامی لوگوں کی اطلاع پر پولیس تھانہ ڈیراور نے موقع پر پہنچ کر دونوں فریقین کو تھانے میں بند کردیا۔ واقعہ 13 جون کو پیش آیا تھا۔

(نامہ نگار)

تعلیم

پنجاب یونیورسٹی کے خلاف ہتکِ عزت کے مقدمے میں 17 سال بعد طالبہ کی جیت

لاہور پاکستان میں نظامِ عدل سے انصاف کے حصول میں وجیہہ عروج کو 17 برس کا عرصہ لگ گیا۔ اب بھی شاید فیصلہ حتمی نہیں ہے۔ پاکستان اور کینیڈا کی دوہری شہریت رکھنے والی وجیہہ عروج نے 17 برس قبل پنجاب یونیورسٹی لاہور کے خلاف ایک دیوانی عدالت میں ہتکِ عزت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس ماہ کی آٹھ تاریخ کو لاہور کی ایک اپیلیٹ عدالت نے پنجاب یونیورسٹی لاہور کی اپیل کو مسترد کرتے ہوئے لاہور کی دیوانی عدالت میں دائر وجیہہ عروج کی درخواست پر وجیہہ کے حق میں آنے والے فیصلے کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے۔ درخواست میں وجیہہ عروج نے دعویٰ کیا تھا کہ پنجاب یونیورسٹی لاہور نے انہیں ایم اے انگریزی کے ایک پرچے میں غلط طور پر غیر حاضر ظاہر کر کے پورے امتحان میں فیل قرار دے دیا تھا۔ یونیورسٹی کے اس اقدام سے نہ صرف معاشرے میں ان کی ہتک ہوئی بلکہ یونیورسٹی کے عملے کی طرف سے مبینہ طور پر ان کی کردارکشی بھی کی گئی۔ ان کا دعویٰ تھا کہ یونیورسٹی کے ایک کلرک نے ان کی موجودگی میں ان کے والد سے یہ کہا تھا کہ 'آپ کو کیا معلوم ہے کہ آپ کی بیٹی کیا کرتی رہی تھی۔' تاہم عدالتی فیصلے میں کہا گیا تھا کہ وجیہہ عروج کی جانب سے یونیورسٹی کے اس کلرک کے خلاف انفرادی طور پر کارروائی کرنے کا نہیں کہا گیا اور نہ ہی اس جملے کی مزید وضاحت میں شواہد سامنے آسکے۔ گذشتہ سال لاہور کی ایک دیوانی عدالت نے وجیہہ عروج کی درخواست کو نمٹاتے ہوئے، ان کے مؤقف کو صحیح مانتے ہوئے پنجاب یونیورسٹی کو انہیں 8 لاکھ روپے ہرجانہ ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔ تاہم اس فیصلے کے خلاف یونیورسٹی نے اپیل دائر کر دی تھی۔ کئی برسوں تک عدالتوں کے چکر کاٹنے کے بعد رواں ماہ عدالتی فیصلہ وجیہہ عروج کے حق میں آ تو گیا ہے مگر اب ان کی عمر 21 برس نہیں بلکہ 38 برس ہے اور ان کے سامنے پاکستان کی سول سروس میں شمولیت کے نہ پورے ہونے والے خواب ہیں۔ اب وہ پچھلے دس سال سے کینیڈا کے شہر کنگسٹن میں اپنے خاوند اور تین بچوں کے ساتھ مقیم ہیں۔ ان کی بڑی بیٹی کی عمر 14 برس ہے۔ وجیہہ عروج کا کہنا تھا کہ 'ان ابتدائی دنوں میں وہ اس قدر ذہنی اذیت کا شکار ہوئیں کہ ایک مرتبہ ان کے ذہن میں خودکشی کرنے کا خیال بھی آیا۔' پھر اپنی امی جو کہ پہلے ہی سے بہت علیل تھیں ان کو مزید دکھ نہ دینے کا سوچ کر میں یہ انتہائی قدم اٹھانے سے باز رہی۔' ان کا کہنا تھا ان کے خاندان کے افراد نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ جب انھوں نے اپنے والد صغیر محمد خان جو کہ خود ایک جج رہ چکے ہیں کی پیروی میں ہائی کورٹ لاہور میں یونیورسٹی کے دعوے کو چیلنج کیا تو تقریباً چار ماہ بعد یونیورسٹی کے اس وقت کے افسران ان کا پرچہ بھی ڈھونڈ کر لے آئے اور انہیں پاس بھی کر دیا گیا۔ تب تک ان کا کافی نقصان ہو چکا تھا۔ ان چار ماہ کے دوران ان کو جس اذیت سے گزرنا پڑا اور ان کی جو کردارکشی یا ہتک کی گئی اس کے لیے نہ تو تب اور نہ پھر کبھی یونیورسٹی نے ان سے معذرت کی۔ لہٰذا 2000ء میں انھوں نے پنجاب یونیورسٹی لاہور کی خلاف پچیس لاکھ روپے ہرجانے کا دعویٰ کر دیا۔ یونیورسٹی اس کے خلاف ہائی کورٹ سے لے کر سپریم کورٹ آف پاکستان تک گئی مگر ہر جگہ سے اس کی اپیل مسترد ہوتی رہی۔ بالآخر 2016 میں دیوانی عدالت نے وجیہہ عروج کے حق میں فیصلہ دیا۔ تاہم عدالت نے ہرجانے کی رقم 25 لاکھ سے کم کر کے آٹھ لاکھ تک کر دی۔ پنجاب یونیورسٹی نے اس فیصلے کو پھر سے اپیل کورٹ میں چیلنج کیا جس کا فیصلہ رواں ماہ میں پھر سے ان کے خلاف آیا۔ تاہم اب بھی یونیورسٹی اس فیصلے کو چیلنج کرنے کا حق رکھتی ہے۔ بی بی سی سے بات کرتے ہوئے پنجاب یونیورسٹی کے ترجمان خرم شہزاد کا کہنا تھا کہ جیسے ہی ان کو عدالتی فیصلے کی نقل موصول ہوتی ہے تو وہ دیکھیں گے کہ اگر طالبہ حق پر ہے تو وہ لازماً عدالتی حکم پر عملدرآمد کریں گے۔ تاہم اگر ان کو لگا کہ اس میں یونیورسٹی حق پر ہے تو وہ اس فیصلے کو اگلے فورم پر چیلنج کریں گے۔ (بشکریہ بی بی سی)

اسلام آباد میں مدارس کی تعداد سکولوں سے زیادہ

اسلام آباد وفاقی حکومت پچھلے 4 برس میں نئے اسکول بنانے میں ناکام رہی ہے جبکہ اسی اثنا میں مدارس کی تعداد سکولوں سے زیادہ ہوگئی ہے۔ ایک سروے کے مطابق وفاقی دارالحکومت میں مدارس کی تعداد 374 ہے، جن میں سے متعدد مدارس کا اندراج نہیں ہے۔ وفاقی دارالحکومت کی انتظامیہ کی جانب سے کیے جانے والے سروے میں یہ بات سامنے آئی کہ حکومت کا اکثر مدارس پر کوئی اثر و رسوخ نہیں ہے، جبکہ بیشتر رجسٹرڈ بھی نہیں ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مذہبی درسگاہیں تعداد میں وفاقی دارالحکومت میں موجود سکولوں کی تعداد سے زیادہ ہیں، مدارس کی تعداد 374 جبکہ اسکولوں کی تعداد 348 ہے، تاہم ان سکولوں کی تعداد میں عام طور پر کالج تصور کیے جانے والے اعلیٰ ثانوی تعلیمی ادارے شامل نہیں ہیں، ان اعلیٰ ثانوی تعلیمی اداروں کی تعداد 43 ہے۔ اسلام آباد کے نئے رہائشی سیکٹر جی-13 اور جی-14 میں کوئی بھی سرکاری اسکول نہیں جبکہ اس علاقے میں مدارس قائم ہیں۔ فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن کے ایک اہلکار نے تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ ہم پچھلے کچھ سال میں کوئی بھی اسکول تعمیر نہیں کر سکے۔ وفاقی دارالحکومت کی انتظامیہ کے ایک اہلکار نے کہا کہ شہر کے مختلف علاقوں میں 2013 سے اب تک کئی نئے مدارس قائم ہو چکے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ 6 مدارس جن میں سے ایک غیر قانونی ہے، پچھلے کچھ عرصہ میں قائم ہوئے ہیں۔ دینی تعلیمی اداروں کے حوالے سے مزید تفصیلات بتاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس وقت اسلام آباد میں 4 مکاتب فکر مدارس چلا رہے ہیں، جن میں دیوبند مکتبہ فکر سرفہرست ہے، اس کے ساتھ بریلوی، اہل حدیث اور اہل تشیع مکتبہ فکر کے مدارس بھی قائم ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ ان 374 مدارس میں 25 ہزار سے زائد طلباو طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں، جن میں سے 12 ہزار اسلام آباد جبکہ باقی طالب علم دوسرے شہروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ملک میں آنے والی دہشتگردی کی نئی لہر کے بعد وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان کی ہدایت پر یہ سروے کیا گیا تھا۔ ذرائع کے مطابق پہلا مرحلہ ختم ہو چکا ہے جبکہ دوسرے مرحلے کا کام اختتام پر ہے، یہ بتایا گیا ہے کہ اس سروے کا مقصد 1980 سے جاری ان غیر قانونی مدارس میں اضافے کو روکنا ہے جو کہ زیادہ تر وفاقی دارالحکومت کے پسماندہ علاقوں میں ہیں۔ ذرائع کے مطابق اسلام آباد میں غیر قانونی مساجد بھی موجود ہیں، مقامی انتظامیہ کی جانب سے ہدایت ملنے کے بعد ڈائریکٹر بلڈنگ کنٹرول شفیع مروت کی سربراہی میں ایک اجلاس ہوا۔ اجلاس میں شریک ہونے والے ایک اہلکار نے ڈان نیوز سے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ مدارس کے تعمیراتی منصوبے اور ان کے رقبہ کے بارے میں جانچ پڑتال کے عمل کو پورا کرنے کے لیے ٹیمیں تشکیل دے دی گئی ہیں۔ رابطہ کرنے پر ڈائریکٹر بلڈنگ کنٹرول شفیع مروت نے منصوبہ کی معلومات فراہم کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ آج مدارس کے حوالے سے ایک اجلاس بلایا گیا تھا لیکن اس وقت میں آپ کو اس کی معلومات نہیں بتا سکتا۔ دوسری جانب فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن کے اہلکار نے بتایا کہ حکومت کا وزیراعظم تعلیمی نظر ثانی پروگرام عدم توجہ کا شکار ہے جبکہ اسلام آباد میں نئے سکول کھولنے پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی۔ ان کے مطابق دارالحکومت میں نئے سکول تعمیر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ (بشکریہ ڈان)

عورتیں

عورت کا احتجاج

ٹنڈو محمد خان ٹنڈو محمد خان کی شوکت کالونی میں رہنے والی شہناز ملاح نے 2 مئی کو ٹنڈو محمد خان پریس کلب کے سامنے اس بات پر احتجاج کیا کہ اس کے گھر میں 2 سال قبل ڈاکا ڈالا گیا تھا۔ جس میں اس کے گھر میں سے اسی ہزار روپے اور ایک بھینس، ایک گائے اور ایک بکری لے کر فرار ہوگئے تھے۔ واقعے کی رپورٹ مقامی تھانے میں درج کرائی گئی تھی مگر دو سال گزر جانے کے باوجود بھی متاثرین کو کوئی انصاف نہیں مل سکا۔ (یعقوب لطیف سومرو)

غیرت کے نام پر قتل

بہاولپور بہاولپور کے علاقہ خانقا شریف سے دو کلومیٹر دور بستی گوٹھ کہنہ کے رہائشی ملک دلشاد کلیار نے اپنی چودہ سالہ بیٹی ماریہ کو ناجائز تعلقات کے شبہ میں گولی مار کر قتل کر دیا۔ اطلاع ملتے ہی ایس ایچ او سمہ سٹہ سجاد سندھو اور ڈی ایس پی موقع پر پہنچ گئے اور مقتولہ کی نعش پوسٹ مارٹم کے لیے رورل ہیلتھ سنٹر خانقاہ شریف پہنچا دی۔ پولیس نے مقدمہ درج کرلیا ہے جبکہ ملزم آلہ قتل سمیت فرار ہو گیا ہے۔

(خواجہ اسد اللہ)

اولاد نہ ہونے پر بیوی کو جلا دیا

اوکاڑہ آسیہ بی بی کی شادی تین سال قبل اوکاڑہ کے نواحی گاؤں 36 فور ایل کے رہائشی میر اسلام کے ساتھ ہوئی تھی۔ اسی عرصہ کے دوران آسیہ بی بی کے ہاں اولاد نہ ہوسکی۔ اس بات پر میاں بیوی کے مابین جھگڑا رہنے لگا۔ 13 مئی 2017ء کو میر اسلام نے اپنی والدہ اور بھائیوں کے ساتھ مل کر آسیہ بی بی پر پٹرول چھڑک کر اسے آگ لگا دی۔ آگ سے آسیہ کا جسم 70 فیصد جھلس چکا ہے۔ آسیہ بی بی کو ہسپتال اوکاڑہ میں طبی امداد فراہم کرنے کے بعد جناح ہسپتال لاہور منتقل کر دیا گیا جہاں وہ 21 مئی کو زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئی۔ پولیس نے نعش قبضہ میں لے کر پوسٹ مارٹم کے لیے ڈی ایچ کیو ہسپتال اوکاڑہ منتقل کر دی۔ مقتولہ کے خاوند میر اسلام اور اس کے اہل خانہ کے خلاف اوکاڑہ پولیس نے مقدمہ درج کر کے میر اسلام سمیت تین افراد کو گرفتار کرلیا ہے۔ (اصغر حسن حماد)

دادی نے ڈیڑھ سالہ بچہ کو کالا پتھر پلا کر مار دیا

بہاولپور تحصیل احمد پور شرقیہ کے علاقہ ہتھیجی کی بستی جھبیل میں رہائش پذیر شہناز بی بی نے بتایا کہ اس کی شادی محمد اشرف آرائیں سے ہوئی مگر اس کی ساس کندن مائی پسند کی شادی پر خوش نہ تھی۔ جس کے سبب اس نے اس کے ڈیڑھ سالہ بچے کو کالا پتھر پلا کر مار دیا۔ ہتھیجی چوکی انچارج مشتاق باجوہ کو کارروائی کے لیے درخواست دی گئی۔ انہوں نے ساس کو گرفتار کرلیا لیکن تین دن بعد بھاری رشوت لے کر چھوڑ دیا اور مقدمہ درج کرنے سے انکاری ہوگئے۔ شہناز بی بی نے بتایا کہا اس نے گھر سے بھاگ کر شادی کی تھی اور ساس کو شبہ تھا کہ میں شادی سے پہلے حاملہ تھی اسی شک کی بنا پر اس کے بیٹے کو مار ڈالا جس پر مزید کارروائی کے لیے افسران بالا تک کو بھی درخواست کی گئی۔ (خواجہ اسد اللہ)

کراچی میں خاتون صحافی کا پراسرار قتل

کراچی پولیس کا کہنا ہے کہ خاتون صحافی زیبا برنی عید کے پہلے روز اپنے گھر میں مردہ حالت میں پائی گئیں ہیں جن کے بارے میں خیال ظاہر کیا گیا کہ انہیں عید کی تعطیلات کے دوران قتل کیا گیا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس (ایس پی) جمشید ٹاؤن ڈاکٹر رضوان احمد کے مطابق مرحوم صحافی نعیم قمر کی اہلیہ اور نوائے وقت اخبار سے ریٹائر ہونے والی زیبا برنی عید کے پہلے روز خداداد کالونی میں قائم اپنے فلیٹ میں مردہ حالت میں پائی گئیں۔ بعد ازاں مرحومہ کی لاش کو جناح پوسٹ گریجویٹ میڈیکل سینٹر (جے پی ایم سی) لے جایا گیا جہاں پر ڈاکٹروں نے پولیس کو بتایا کہ یہ قتل کا واقعہ لگتا ہے کیونکہ مرحومہ کے گلے پر نشان واضح ہیں۔ ایس پی جمشید ٹاؤن نے بتایا کہ پولیس نے ایف بی ایریا میں رہائش پذیر زیبا برنی کے بھائی سے رابطہ کیا لیکن وہ اس کیس میں عدم دلچسپی رکھتے ہیں۔ ایک سینیئر پولیس اہلکار کا کہنا تھا کہ مقدمہ درج کرنے کے لیے گذشتہ روز (28 جون) ایک تحقیقاتی افسر کو زیبا برنی کے بھائی کے گھر بھیجا گیا تھا۔ بعد ازاں مرحومہ کے بھائی فخر الحسن کی درخواست پر بریگیڈ پولیس نے نامعلوم افراد کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کیا۔ ایس پی ڈاکٹر رضوان احمد کے مطابق ابتدائی تحقیقات سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ قتل کسی ڈکیتی کی واردات کے نتیجے میں نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ گھر میں اکیلے رہنے والے افراد کے قتل میں اکثر گھر کے ملازم یا پھر قریبی رشتہ دار ہی ملوث پائے گئے ہیں۔ اسٹیشن ہاؤس آفیسر (ایس ایچ او) بریگیڈ تھانہ جاوید نے ڈان کو بتایا کہ یہ واقعہ ممکنہ طور پر چاند رات (25 جون) کو پیش آیا جبکہ ان کے پڑوسیوں نے پولیس کو اگلے روز صبح 10 بجکر 30 منٹ پر آگاہ کیا۔ ایک پولیس آفیسر کا کہنا تھا کہ مرحومہ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد سے اپنی بہن کے ہمراہ اس فلیٹ میں رہائش پذیر تھیں جبکہ اپنی بہن کے انتقال کے بعد اس فلیٹ میں تنہا ہی مقیم تھیں۔ ایس پی ڈاکٹر رضوان احمد کے مطابق پولیس اس وقت پوسٹ مارٹم رپورٹ کا انتظار کر رہی ہے جس کے بعد ہی اس مقدمے کی درست سمت میں تحقیقات کا آغاز کیا جائے گا۔ پولیس سرجن آفس کے ذرائع نے ڈان کو بتایا کہ کراچی کے بڑے ہسپتالوں میں لیڈی میڈیکولیگل آفیسر (ایم ایل او) کی شدید کمی ہے جن میں پی ایم سی، سول ہسپتال کراچی اور عباسی شہید ہسپتال شامل ہیں۔ کراچی یونین آف جرنلسٹس نے سابق خاتون صحافی کے قتل کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے اور وزیر اعلیٰ سندھ، وزیر داخلہ سندھ اور انسپکٹر جنرل (آئی جی) سندھ پولیس سے ملزمان کے خلاف فوری کارروائی کا مطالبہ کیا۔ سندھ حکومت کے ترجمان کے مطابق وزیر داخلہ سندھ سہیل انور سیال نے واقعہ کا نوٹس لیتے ہوئے ڈی آئی جی ایسٹ زون سے واقعہ کی رپورٹ طلب کی ہے۔

(بشکریہ ڈان)

بیوی کے قاتل کو عمر قید

چنیوٹ 10 جون کو ایڈیشنل سیشن جج علی ذوالقرنین نے قتل کے مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے بیوی کو قتل کرنے والے ملزم کاشف کو عمر قید اور تین لاکھ جرمانہ کا حکم سنا دیا۔ تھانہ سٹی کے علاقہ بھٹھی شرقی کے رہائشی کاشف حسین نے روٹھ کر میکے جانے اور عدالت میں نان ونفقہ کے لیے درخواست دینے پر اپنی بیوی کے منہ پر تکیہ رکھ کر قتل کر دیا تھا۔ مقتولہ ام لیلی تین بچوں کی ماں تھی۔ ایڈیشنل سیشن جج علی ذوالقرنین نے کیس کی سماعت مکمل ہونے اور ملزم کاشف پر جرم ثابت ہونے پر عمر قید اور تین لاکھ روپے کی سزا سنائی۔ ہرجانے کی عدم ادائیگی پر ملزم کو مزید چھ ماہ قید بھگتنا ہوگی۔ (سیف علی خان)

غیرت کے نام پر اپنی والدہ کو مار دیا

رحیم یار خان ڈسٹرکٹ رحیم یار خان کے علاقہ احمد آباد کے رہائشی محمد اکرم نے بتایا کہ میرا بھانجہ عامر علی نے گزشتہ روز اپنی والدہ منظوراں مائی کو گولی مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود موقعہ سے فرار ہوگیا۔ محمد اکرم نے بتایا کہ مقامی پولیس کو اطلاع دی گئی جنہوں نے موقع پر پہنچ کر لاش تحویل میں لے کر پوسٹ مارٹم کے لئے ہسپتال منتقل کر دی اور میری رپورٹ پر ملزم عامر علی سمیت 4 ملزم کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کر کے کارروائی شروع کر دی ہے۔

(خواجہ اسد اللہ)

غیرت کے نام پر بیوی کی ٹانگ کاٹ دی

لودھراں ضلع لودھراں کے علاقہ گیلے وال کی بستی محمود آباد کے رہائشی فدا حسین نے اپنی بیوی کی ٹانگ کاٹ کر الگ کردی۔ فدا حسین کے ایک رشتہ دار نے نام ظاہر نے کرنے کی شرط پر بتایا کہ وہ فدا حسین کے گھر اس کی بچی کے رشتہ کے لیے اپنی دو رشتہ داروں کے ہمراہ موجود تھا کہ رات کے گیار بجے اچانک شمشاد مائی کے چیخنے کی آواز پر صحن سے کمرے کی طرف گیا تو دیکھا کہ شمشاد کو اس کا شوہر نے زمین پر لٹا کر تشدد کر رہا تھا اور وہ تڑپ رہی تھی۔ قریب جانے پر دیکھا تو ایک ٹانگ حسین نے کاٹ کر الگ کردی تھی جبکہ دوسری ٹانگ اور ہاتھ کو کاٹنے کی کوشش میں مصروف تھا اور ضربیں لگا رہا تھا۔ میں نے جا کر پکڑا مگر وہ آلہ سمیت فرار ہو گیا۔ مضروبہ کو ڈسٹرکٹ ہسپتال پہنچایا اور پولیس نے درخواست پر ارادہ قتل کا مقدمہ درج کرلیا ہے۔ ایک اور رشتہ دار نے (نام نہ لکھنے کی شرط پر) بتایا کہ شمشاد مائی کی عمر چالیس سے پینتالیس سال کے درمیان ہے اور وہ چار بچوں کی ماں ہے اور عیدالفطر کے بعد ان کی ایک بیٹی کی شادی کی تاریخ طے تھی اور فدا حسین کو شمشاد مائی کے کردار پر شک تھا۔ مقامی پولیس گیلے وال نے بتایا کہ ہم مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھ کر تفتیش کر رہے ہیں۔ (خواجہ اسداللہ)

عورت کو اگر چار دیواری میں بٹھانا ہو تو اسے پارلیمان میں نہ لائیں

لاہور پاناما لیکس کی تحقیقات کرنے والی مشترکہ تحقیقاتی ٹیم (جے آئی ٹی) نے وزیراعظم میاں نواز شریف کی صاحبزادی مریم نواز کو پیشی پر بلایا تو اس پر پاکستان مسلم لیگ ن کی جانب سے شدید مذمت کی گئی۔ اس سلسلے میں جب انسانی حقوق کی سرگرم کارکن اور معروف وکیل عاصمہ جہانگیر سے بات کی تو انھوں نے کہا کہ 'عورت کو اگر چار دیواری میں بٹھانا ہو تو اسے پارلیمان میں نہ لائیں۔' بی بی سی سے گفتگو میں عاصمہ جہانگیر نے کہا کہ 'پارلیمان میں جانے کے لیے فوراً تیار لیکن دوسری جگہ جانے کے لیے کبھی چار دیواری کا بہانہ کرنا اور کہیں پر عوامی شخصیت بن جانا۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔' پاکستان مسلم لیگ ن کی جانب سے مریم شریف کی پیشی کو ایک شریف عورت کی مظلومیت کی حیثیت سے پیش کیا گیا جس کے بارے میں عاصمہ جہانگیر نے تبصرہ کیا کہ یہ بالکل نامناسب تھا۔' کیا بینظیر بھٹو شریف عورت نہیں تھیں؟ وہ تو ایسے عدالتوں میں جاتی تھیں کہ ایک دن کراچی اور اگلے دن لاہور اور اس کے بعد پشاور اور پھر کوئٹہ۔ میں سمجھتی ہوں کہ سیاست میں آنے والوں کو سخت جان ہونا چاہیے کیونکہ اگر سیاست کرنی ہے تو یہ سب تو ہوگا۔' مریم نواز کی پیشی کے بارے میں عاصمہ جہانگیر نے مزید کہا کہ 'میں نے خود مریم نواز کی ٹویٹس پڑھی ہیں اور انھوں نے تو بہت دلیری سے کہا ہے کہ وہ جے آئی ٹی کے سامنے جائیں گی۔ میرے خیال میں باقی لوگوں کو بھی چاہیے کہ مریم کو نواز شریف کے بیٹوں کی طرح دیکھیں اور بیٹے بیٹی میں فرق نہ کریں۔' عاصمہ جہانگیر نے کہا کہ عورتیں روزانہ عدالتیں جاتی ہیں اور وہ کوئی ایسی بدنام زمانہ جگہ نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ لوگ عدالت انصاف لینے اور اپنے حقوق کی جنگ لڑنے جاتے ہیں۔' میں خود 18 برس کی عمر سے عدالت جاتی رہی ہوں اور میرے خیال میں مرد اور عورت میں تفریق صرف اس صورت میں کی جانی چاہیے جب عورت پردہ نشین ہو اور وہ کسی کے سامنے نہیں آتی تو عدالت اس کے لیے کمیشن کا تعین کرسکتی ہے۔' عاصمہ جہانگیر نے کہا ہماری جیسی خواتین عوامی شخصیات ہیں اور ہم یہ نہیں کہہ سکتیں کہ کسی جگہ جاسکتے ہیں اور کسی جگہ نہیں۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

حکومت کم از کم ہمارے جینے کے حق کو تسلیم کرے

اسلام آباد اونچے اونچے چناروں کے سائے میں بیٹھ کر اپنے باہمی مسائل حل کرنے والے پارہ چنار کے لوگ ایک مرتبہ پھر پاکستان کی گلی کوچوں میں احتجاجی دھرنے دینے بیٹھے ہیں۔ انھیں امید ہے کہ اگر اور کچھ نہیں تو حکومت ان کے کم از کم جینے کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے انھیں تحفظ فراہم کردے گی۔ روزی روٹی اور علاج کا بندوبست وہ خود کرلیں گے۔ اسلام آباد کے پریس کلب کے باہر کھلا میدان کرم ایجنسی کے باسیوں کے احتجاجی کیمپ کی ذمہ داری احسن طریقے سے ادا کر رہا ہے۔ یہاں احتجاج کرنے والوں کو مناسب سکیورٹی بھی فراہم کی گئی ہے لیکن احتجاجی کیمپ کے اندرونی راستے پر کھڑے تین پولیس اہلکار محض چینل کا نام سن کر لوگوں کو اندر جانے دیتے ہیں۔ میری ملاقات وہیں احتجاج کرنے والوں میں سے ایک نوجوان شفاعت حسین سے ہوئی جن کا تعلق ہے تو پارہ چنار سے لیکن وہ اسلام آباد میں نوکری کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ الیکٹرکل انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد بھی ان کا کہنا ہے کہ انھیں نوکری نہیں مل رہی لیکن نوکری سے زیادہ اس کیمپ میں آنے کی وجہ ان کے بقول تحفظ کا مطالبہ ہے۔ پارہ چنار میں بھی نوجوانوں نے احتجاج کا آغاز کیا اور ہم یہاں بھی پیش پیش ہیں تاکہ ہماری آواز حکمرانوں تک پہنچے۔ آپ میڈیا والے آئے ہیں تو ہمیں یقین ہے کہ اب ہماری بات سنی جائے گی۔ پارہ چنار کی طوری مارکیٹ پر یہ اس سال کا یہ تیسرا بڑا حملہ تھا۔ ان تین حملوں میں اب تک 100 سے زائد افراد اپنی جانیں کھو چکے ہیں۔ اگرچہ اس مرتبہ حملے کی ذمہ داری تو کسی نے قبول نہیں کی لیکن اس کی منصوبہ بندی انتہائی مہلک تھی۔ پہلے ایک دھماکہ اور اس کے بعد دوسرا دھماکہ زیادہ نقصان دہ تھا۔ دھماکے کے بعد احتجاج کرنے والوں پر سکیورٹی اداروں کی فائرنگ سے بھی جانی نقصان کی اطلاعات ملی ہیں۔ پارہ چنار کے احتجاجی دھرنے میں ہزاروں افراد کے مقابلے میں اسلام آباد کے احتجاج میں چند درجن افراد موجود تھے۔

احتجاجی کیمپ کی دیواروں پر مختلف تنظیموں کے بینرز لگائے گئے ہیں جو ان کے مطالبات کی عکاسی کرتے ہیں۔ ایک کیمپ پر حسب معمول حکومت اور میڈیا کے علاوہ سول سوسائٹی سے بھی شکایت کی گئی ہے اور اسے 'مجرمانہ خاموشی' قرار دیا گیا ہے۔ کیمپ میں اسلام آباد کی سول سوسائٹی کی سرگرم رکن فرزانہ باری بھی اظہار یکجہتی کے لیے احتجاجی کیمپ میں موجود تھیں۔ ان سے اس مبینہ خاموشی کے بارے میں دریافت کیا تو وہ متفق تھیں کہ اس میں کچھ سچائی ہے۔ ان کا کہنا تھا 'جس طرح سے بھرپور آواز اٹھنی چاہیے تھی ایسا نہیں ہوا۔' فرزانہ باری کو خدشہ ہے کہ بڑھتے ہوئے فرقہ ورانہ حملے مستقبل کے لیے اچھا شگون نہیں ہیں۔ 'یہ عالمی سطح پر سیاست کے اثرات بھی ہو سکتے ہیں جسے حکومت کو انتہائی سنجیدگی سے لینا چاہیے۔' فرزانہ باری کے خیال میں پاکستان میں حالات بہتری کی جانب نہیں جا رہے کیونکہ بقول ان کے 'اصل مسائل' پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی۔ اسے حکومتِ وقت کی ایک تلخ غلطی کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ بہاولپور سانحے میں مرنے والوں کے لیے 20 لاکھ روپے کا معاوضہ لیکن پارہ چنار کے متاثرین کے لیے محض تین لاکھ روپے امداد کا اعلان جسے اس کیمپ میں کافی شدید انداز میں محسوس کیا جا رہا ہے۔ کرم ویلفیر سوسائٹی کے رکن محمد عیسیٰ سے پوچھا کہ وزیراعظم نواز شریف کی جانب سے اب پارہ چنار کے ہلاک شدگان کے لیے دس، دس لاکھ روپے کا معاوضہ کیا ان کے لیے قابل قبول ہے؟ تو ان کا کہنا تھا کہ اچھا اعلان ہے لیکن بہت دیر کی مہربان آتے آتے۔' کسی کی زندگی کی قیمت نہیں لگائی جاسکتی۔ لیکن اچھا ہے کہ حکومت کا شعور سات دن بعد جاگا ہے۔' محمد عیسیٰ کرم ایجنسی کے حالات کی خرابی کی ایک وجہ اس خطے کے تبدیل ہوتے جغرافیے کو بھی قرار دے رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کرم ایجنسی کی سرحد افغانستان کے تورہ بورا سے ملتی ہیں جہاں سے حالیہ دنوں میں داعش کے قبضے کی اطلاعات ملی تھیں۔ اس کے علاوہ مشرقی صوبہ ننگرہار اور پکتیا کے عدم استحکام سے دوچار علاقوں سے بھی ملتی ہیں۔ (بشکریہ بی بی سی اردو)

سانحہ احمد پور شرقیہ کے بعد لواحقین کو اپنوں کی تلاش

ننگیانہ جوں ہی خبر پھیلی کہ تیل کا ٹینکر پھٹ گیا ہے اور وہاں آگ لگ گئی ہے، محمد حیات نے اپنے خاندان والوں کی خبر لی۔ ان کی بیوی، دو بچے، چھوٹا بھائی اور بھابھی بھی وہیں گئے تھے جو لوٹ کر نہیں آئے۔ کئی گھنٹوں کی مشقت کے بعد آگ پر قابو پالیا گیا۔ سو سے زائد افراد ہلاک ہوگئے۔ سو سے زیادہ زخمی بھی ہوگئے جنھیں ہسپتالوں میں منتقل بھی کر دیا گیا۔ مگر محمد حیات کو اپنے پیاروں کی کوئی خبر نہیں ملی۔ 'یہ کہنا مشکل ہے کہ موقع پر کتنے بچے ہلاک ہوئے' ان کی بیوی، ایک سات سالہ بیٹا اور ایک 13 سالہ بیٹی ان کے چھوٹے بھائی اور بھابھی کے ساتھ ان کے گاوں بستی داد پوتڑا سے دو کلومیٹر دور پکی پل کے پاس سڑک کے کنارے الٹنے والے پٹرول کے ٹینکر کو دیکھنے گئے تھے۔ ان کی تلاش میں محمد حیات پہلے قریب واقع بہاولپور وکٹوریا ہسپتال گئے۔ وہ وہاں نہیں تھے۔ وہ کمبائنڈ ملٹری ہسپتال بھی گئے مگر ان کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔ جس کے بعد پہلی بار محمد حیات کو خدشات نے گھیرا۔ بی بی سی سے بات کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ بہاولپور وکٹوریا ہسپتال سے انھیں معلوم ہوا کہ ہلاک ہونے والوں میں سے 125 افراد ایسے تھے جن کی شناخت ممکن نہیں ہو پائی تھی۔ 'مجھے ڈاکٹروں نے بتایا کہ کچھ زخمیوں کی حالت زیادہ خراب تھی جن کو ملتان کے ہسپتال بھیجا گیا ہے۔ میں اسی رات وہاں چلا گیا۔' ملتان میں اس علاقے کا واحد برن سنٹر یعنی جھلسے ہوئے افراد کے علاج کا مرکز موجود تھا جو کہ جائے وقوعہ سے تقریباً 100 کلومیٹر دور تھا اس لیے زخمیوں کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں پہنچایا گیا۔ نشتر میڈیکل ہسپتال ملتان کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر عبدالرحمٰن قریشی نے بی بی سی کو بتایا کہ برن سنٹر میں لائے جانے والے افراد 70 سے 90 فیصد جھلسے ہوئے تھے۔ ایسی حالت میں زخمیوں کے جانبر ہونے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ یہاں محمد حیات کو صرف ان کی بیٹی زخمی حالت میں ملی۔ محمد حیات کے مطابق آگ ٹینکر الٹنے کے ایک گھنٹے بعد لگی۔ زیادہ تر دیگر افراد ان کی اس بات کی تصدیق بھی کرتے ہیں۔ تاہم کچھ افراد کے مطابق ٹینکر کو آگ تقریباً پٹرول لیک ہونے کے آدھے گھنٹے بعد لگی۔ تاہم عینی شاہدین کے مطابق چند ٹریفک پولیس کے اہلکاروں کے علاوہ پولیس آگ لگنے سے پہلے اس جگہ نہیں پہنچی۔ ان کے خیال میں اگر پولیس پہنچ جاتی تو وہ لوگوں کو پٹرول اکٹھا کرنے سے روک سکتی تھی اور یہ حادثہ نہ ہوتا۔ جن 125 افراد کی شناخت نہیں ہو پائی انھیں ڈی این اے کے نمونے لینے کے بعد امانتاً منگل کے روز دفن کر دیا گیا تھا۔ بہاولپور وکٹوریا ہسپتال کی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر طاہرہ پروین کے مطابق ڈی این اے ٹیسٹ کے نتائج آنے میں دو ہفتے کا وقت لگ سکتا ہے جس کے بعد شناخت ہونے والوں کو قبروں سے نکال کر ان کے لواحقین کے حوالے کر دیا جائے گا۔ محمد حیات کو اب یہ خدشہ بھی ہے کہ اگر ان کا ڈی این اے میچ نہ ہو پایا تو کیا ہوگا۔ ان کے لیے یہ دو ہفتے کا وقت ایک طویل اور تکلیف دہ انتظار ہوگا۔ حکومت کی جانب سے ہلاک ہونے والوں کے لواحقین کے لیے 20 لاکھ اور زخمیوں کے لیے دس لاکھ کا اعلان کیا گیا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس رقم سے ان کے پیاروں کی اموات کا مداوا ہو پائے گا؟

(بشکریہ بی بی سی)

امجد صابری کے نام پر قوالی انسٹی ٹیوٹ قائم

کراچی صوبائی وزیر ثقافت سید سردار شاہ نے معروف قوال امجد صابری کے نام پر قوالی انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح رواں برس اگست میں کیے جانے کا اعلان کر دیا۔ گذشتہ سال 22 جون کو قاتلانہ حملے میں جاں بحق ہونے والے معروف قوال امجد صابری کی یاد میں جمعرات (15 جون) کی شب آرٹس کونسل میں منعقدہ خصوصی تقریب میں نہ صرف امجد صابری کے تمام اہل خانہ شریک ہوئے بلکہ ان کی والدہ، اہلیہ، بچوں اور بھائیوں نے پروگرام میں شریک قوال گروپ کی کارکردگی پر انہیں کھل کر داد بھی پیش کی۔ مذکورہ پروگرام صوبائی وزارت ثقافت اور آرٹس کونسل کے اشتراک سے منعقد کیا گیا تھا۔ فرید ایاز اور ابو محمد کی جانب سے دو خوبصورت قوالیاں پیش کیے جانے کے بعد تقریب کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے وزیر ثقافت سید سردار شاہ نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ امجد صابری کو مرحوم کہا جا رہا ہے۔ ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق سردار شاہ کا کہنا تھا کہ 'وہ مرے نہیں ہیں، وہ ہمارے درمیان موجود ہیں اور ہمیں سن رہے ہیں، امجد صابری جیسے لوگ وفات نہیں پاتے، جو لوگ انہیں قتل کرتے ہیں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں'۔ وزیر ثقافت نے کہا کہ انہوں نے اور آرٹس کونسل کے صدر احمد شاہ نے سوچا تھا کہ امجد صابری کو 22 جون کو ہی خراج عقیدت پیش کیا جائے تاہم رمضان کے آخری عشرے کی وجہ سے پروگرام کو ایک ہفتہ قبل منعقد کیا گیا۔ سردار شاہ کا کہنا تھا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین بلاول بھٹو زرداری نے امجد صابری کے گھر کے دورے پر وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کے نام پر قوالی انسٹی ٹیوٹ قائم کریں گے اور حالیہ اعلان کردہ بجٹ کے مطابق امجد صابری قوالی انسٹی ٹیوٹ بن چکا ہے جو اگست میں فعال ہو جائے گا۔

انہوں نے دعویٰ کیا کہ فن کی اس جہت کو اب اس انسٹی ٹیوٹ کی مدد حاصل ہوگی، ساتھ ہی انھوں نے امید ظاہر کی کہ آرٹس کونسل بھی اس حوالے سے ادارے کو مدد فراہم کرے گی۔ اس سے قبل امجد صابری کی یاد میں منعقدہ پروگرام کا آغاز وصی نظامی قوال پارٹی کی 'من کنت مولا' سے ہوا، انہوں نے 'ہمیں تو مست کیا' پر بھی اپنی شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ جس کے بعد جگنو فرید قوال نے بھی دو قوالیاں پیش کیں تاہم فرید ایاز اور ابو محمد نے اسٹیج پر آتے ہی سماں باندھ دیا۔ دونوں فنکاروں نے خوبصورت انداز میں قصیدہ بردہ شریف پیش کر کے شائقین کی داد وصول کی اور پھر داد و تحسین کے شور میں خسرو کا مشہور کلام 'چھاپ تلک' پیش کر کے پروگرام کی رونق میں اضافہ کیا۔

(بشکریہ ڈان)

صحافی کو حراست میں لے لیا گیا

کوئٹہ وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) نے سوشل میڈیا پر مبینہ طور پر قومی سلامتی اداروں کے خلاف لکھنے والے صحافی کو گرفتار کر لیا۔ گرفتار رپورٹر کے اہل خانہ کے مطابق ظفراللہ اچکزئی کو اتوار (25 جون) کو حراست میں لیا گیا۔ دوسری جانب ایف آئی اے حکام کے مطابق کوئٹہ سے نکلنے والے اخبار 'قدرت' کے رپورٹر ظفراللہ اچکزئی کو انسداد الیکٹرانک کرائم ایکٹ 2016 کے تحت حراست میں لے کر جوڈیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا اور عدالت 6 روزہ ریمانڈ پر رپورٹر کو ایف آئی اے کے حوالے کر چکی ہے۔ گرفتار ہونے والے ظفراللہ کے والد اور روزنامہ قدرت کے ایڈیٹر ان چیف نعمت اللہ اچکزئی کا کہنا تھا کہ ایجنسی نے جمعرات (29 جون) کو ہمیں آگاہ کیا گیا کہ ظفراللہ اچکزئی کو انسداد الیکٹرانک کرائم ایکٹ 2016 کے تحت حراست میں لیا گیا ہے۔ بلوچستان یونین آف جرنلسٹس اور دیگر تنظیموں کے مشترکہ اجلاس میں رپورٹر کے اہل خانہ نے بتایا کہ 'سیکیورٹی ایجنسی کے اہلکار' اتوار کی صبح ظفراللہ کو ان کے گھر سے گرفتار کر کے لے گئے۔ اجلاس میں ظفراللہ کی گرفتاری کے طریقے پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا گیا کہ 'اگر صحافی کے خلاف کوئی شکایت تھی، تو انتظامیہ کو چاہیے تھا کہ وہ معاملے کو مناسب فورم پر اٹھاتے۔

(بشکریہ ڈان)

ایک ہی رات میں چار افراد کو اٹھا کر لاپتہ کر دیا گیا

بدین 24 مئی کو رات کے وقت ضلع بھر کے مختلف علاقوں سے چار افراد کو اپنے گھروں سے اٹھا لیا گیا۔ اغواء کاروں کی تعداد دس سے پندرہ کے درمیان تھی۔ وہ تمام مسلح تھے بعض پولیس کی وردی اور کچھ سادہ کپڑوں میں ملبوس تھے۔ ایچ آر سی پی نے واقعہ کی چھان بین کے لیے ایک فیکٹ فائنڈنگ ٹیم تشکیل دی۔ ٹیم نے مختلف علاقوں میں متاثرین کے پاس جا کر معلومات اکٹھی کیں۔ حاصل کردہ تفصیلات کے مطابق پہلا واقعہ تحصیل ماتلی کے گاؤں محمد ہاشم جانی جروار میں رات ڈیڑھ بجے پیش آیا جہاں 10 سے 15 افراد نے ایک گھر میں گھس کر محکمہ صحت میں تعینات 47 سالہ غلام رضا جروار کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر انہیں اٹھا لیا جبکہ ان کی کتابیں اور ڈائری بھی ساتھ لے گئے۔ رضا کی بیوی اسماء بھی اٹھ گئی جس نے پوچھا ''آپ کون ہیں اور ان کو کیوں اٹھا کر لے جا رہے ہیں'' تو اسماء کو زدوکوب کیوں کیا گیا اور دھمکیاں دی گئیں۔ اتنی دیر میں گھر کے دوسرے افراد بھی اٹھ گئے۔ انہوں نے باہر جا کر دیکھا تو روڈ پر ایک پولیس موبائل اور دو گاڑیاں تھیں۔ غلام رضا کی عمر 47 سال ہے۔ وہ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان ضلع بدین کے کوآرڈینیٹر سلیم جروار کے چچا ہیں۔ رضا کے ورثا اگلی صبح ٹنڈو غلام علی پولیس اسٹیشن پر پرچہ درج کرانے گئے تو ایس ایچ او دھنی بخش مری نے مقدمہ درج کرنے سے انکار کر کے کہا کہ ایس ایس پی بدین کے احکامات کے بغیر مقدمہ درج نہیں کیا جائے گا۔ ایس ایس پی بدین عبدالقیوم پتافی سے فون پر بات کی گئی تو انہوں نے واقعے سے لاعلمی ظاہر اور واقعے میں پولیس کے ملوث ہونے کی تردید کی۔ لہٰذا ورثاء نے سندھ ہائی کوٹ حیدرآباد برانچ میں پٹیشن درج کروائی ہے۔ رضا جروار پر کوئی مقدمہ درج نہیں۔

دوسرا واقعہ

بدین شہر کے واٹر سپلائی ایریا میں موجود ایک گھر سے 32 سالہ علی احمد بگھیو نامی نوجوان کو دس سے بارہ افراد نے رات کو تین بجے کے قریب آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر اٹھا لیا۔ علی احمد بگھیو میونسپل کمیٹی بدین میں کلرک ہیں۔ ان کے والد کا کچھ عرصہ پہلے انتقال ہو گیا۔ سب سے بڑے بیٹے ہونے کے ناطے گھر کی کفالت کی تمام ذمہ داری ان کے کندھوں پر تھی۔ چشم دید گواہوں کے مطابق اغواء کار 2 ویگو اور پولیس کی ایک گاڑی میں سوار تھے۔ متاثرہ نوجوان کے چھوٹے بھائی نور احمد نے بتایا کہ ''ہم سوئے ہوئے تھے۔ وہ مرکزی گیٹ کھول کر اندر آ گئے سب پر اسلحہ تان لیا اور بھائی کے بارے میں معلوم کیا جو بچوں کے ساتھ سویا ہوا تھا اور پھر اسے اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے''۔

تیسرا واقعہ

بدین کے قریب گوٹھ نور محمد سومرو میں دس سے پندرہ مسلح افراد جن میں کچھ سول کپڑوں میں اور کچھ باوردی تھے، نے صبح چار بجے پرائمری سکول ٹیچر شادی خان سومرو ولد سومار سومرو کو آنکھوں پر پٹی باندھ کر اٹھا لیا۔ شادی خان کے گھر والوں کا کہنا ہے کہ مسلح افراد پولیس کی ایک گاڑی اور دو ویگو گاڑیوں میں آئے تھے۔؛ شادی خان کے والد سومار نے بتایا کہ اغواء کار رات کے تین بجے کے قریب آئے تھے۔ کچھ لوگ پولیس کی وردی میں تھے اور کچھ سادہ کپڑوں میں تھے۔ ہم سب لوگ باہر گھروں کے آنگن میں سوئے ہوئے تھے، سب کو اٹھا کر کے ان کی تلاشی لی گئی اور پوچھا کہ شادی خان کہاں ہے۔ وہ اپنے گھر میں سویا ہوا تھا لہٰذا انہوں نے اسے بھی اٹھا لیا اور آنکھوں پر پٹی باندھ کر اپنے ساتھ لے گئے۔''

چوتھا واقعہ

تحصیل ٹنڈو باگو کے گوٹھ خدا آباد میں گرگیز برادری کے گھروں میں پندرہ سے بیس مسلح افراد گھس گئے جن میں کچھ باوردی اور کچھ سادہ کپڑوں میں تھے۔ انہوں نے اہل خانہ کو اٹھا کر زدوکوب کیا اور ایک 35 سالہ نوجوان عبدالعزیز ولد محمد عباس کو پہچان کر ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اپنے ساتھ لے گئے۔ عزیز کے والد محمد عباس جو کہ پرائمری ٹیچر ہیں نے بتایا کہ اغواء کار ایک پولیس ویگن اور ایک سفید رنگ کی ویگو میں آئے تھے۔ انہوں نے گھروں میں گھس کر سب پر ہتھیار تان لیے اور انہیں زدوکوب کیا۔ مزید بتایا کہ ''ہم مقامی پولیس اسٹیشن گئے مگر انہوں نے مقدمہ درج نہیں کیا۔ پھر ہم نے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ میں پٹیشن درج کروائی''۔ ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ ٹیم نے بدین بار کونسل میں وکلاء اور پریس کلب میں صحافیوں سے بھی ملاقات کی۔ صحافیوں ہارون گوپانگ، مصطفیٰ جمالی، شکور میمن اور دیگر نے بتایا کہ ضلع بدین پرامن علاقہ ہے۔ یہاں کبھی لسانی یا نسلی کشیدگی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ بدین سے پہلے بھی متعدد نوجوانوں کو اٹھایا گیا اور بعدازاں چھوڑ دیا گیا تھا۔ ایک نوجوان آصف پنھور کی مسخ شدہ لاش ملی تھی۔ جس کے بعد سے علاقے میں خوف وہراس کا ماحول ہے۔ رات کو گھروں میں گھس کر ایسی کارروائیوں سے شہری غیر یقینی کی صورتحال سے دوچار ہیں۔ چاروں افراد پڑھے لکھے ہیں جن میں سے تین سرکاری ملازمین ہیں۔ ان کے گھروں میں تلاشی کے باوجود کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ملی تھی۔ ایک ہی رات میں مختلف علاقوں سے چار افراد کو اٹھائے جانے سے علاقے میں تشویش پائی جاتی ہے۔ فیکٹ فائنڈنگ ٹیم کی معلومات کے مطابق چاروں افراد پڑھے لکھے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں جن میں سے تین سرکاری ملازم ہیں اور ایک بیروزگار ہے۔ ایس اسی پی بدین عبدالقیوم پتافی نے ایک نیوز چینل کو بتایا کہ بدین پولیس کو ان واقعات کے بارے کچھ معلوم نہیں ہے۔ لہٰذا ہم اپنے طور پر انکوائری کر رہے ہیں۔ دوسری جانب متاثرین کے ورثا خوف وہراس میں ہیں۔ انہیں خدشہ ہے کہ اٹھائے جانے والوں کو نقصان سے دوچار کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے ان کا مطالبہ ہے ان کے عزیزوں کی فوری اور بحفاظت بازیابی یقینی بنائی جائے۔

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ ٹیم میں راقم الحروف کے علاوہ ایچ آر سی پی کے کارکن امجد علی پلیجو، ڈاکٹر اشوتھاما، لالہ عبدالحلیم شیخ، اور دیگر سول سوسائٹی کی دیگر تنظیموں سے تعلق رکھنے والے پنہل ساریو، منظور تھہیم، زمان جمالی اور مصطفیٰ میرانی شامل تھے۔

(سلیم جروار)

سانحہ پاراچنار: قبائلی عمائدین نے وزیراعظم کی امداد مسترد کردی

اسلام آباد پاراچنار میں ہونے والی دہشت گردی میں ہلاکتوں کی تعداد 75 ہوگئی جبکہ واقعے کے ایک ہفتے کے بعد وزیراعظم نواز شریف نے جاں بحق ہونے والوں کے لواحقین اور زخمیوں کے لیے امداد کا اعلان کیا۔ وزیراعظم ہاؤس سے جاری بیان کے مطابق وزیراعظم نواز شریف نے سانحہ پاراچنار میں جاں بحق ہونے والے ہر شخص کے ورثاء کو دس لاکھ روپے اور زخمیوں کو فی کس پانچ لاکھ روپے امداد دینے کا اعلان کیا۔ بیان میں مزید کہا گیا کہ اس سلسلے میں وزیراعظم کی جانب سے خیبر پختونخوا کے گورنر ظفر اقبال جھگڑا کو ہدایات جاری کردی گئی ہیں۔ گزشتہ ماہ وفاق کے زیرانتظام فاٹا کی کرم ایجنسی کے صدر مقام پاراچنار میں یکے بعد دیگرے 2 دھماکوں کے نتیجے میں 41 افراد جاں بحق اور 100 سے زائد زخمی ہوگئے تھے جبکہ بعد میں ہلاکتوں کی تعداد بڑھ کر 75 تک پہنچ گئی۔ جس کے بعد پاراچنار کے عوام نے دھماکے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے دھرنا دیا جو کئی روز جاری ہے۔ ڈان نیوز کی رپورٹ کے مطابق وزیراعظم نواز شریف کی جانب سے اعلان کردہ امداد کو پاراچنار کے عمائدین نے مسترد کردیا۔ دھرنے کے شرکاء سے خطاب کے دوران عمائدین کا کہنا تھا کہ 'ہم کو پاکستانی سمجھا جائے اور دیگر علاقوں کی طرز پر معاوضہ اور نوکریاں دی جائیں۔ یاد رہے کہ دھرنے کے شرکاء پاراچنار میں ہونے والی دہشت گردی کے واقعے کی عدالتی انکوائری کا مطالبہ بھی کررہے ہیں۔ اس سے قبل دھرنے کے شرکاء نے مطالبہ کیا تھا کہ ان کا دھرنا اس وقت تک جاری رہے گا جب تک آرمی چیف جنرل قمر باجوہ اور وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار ان سے آکر مذاکرات نہیں کرتے۔ (بشکریہ ڈان)

'14 اگست پر پرچم کشائی کی تقریب پارلیمنٹ ہاؤس میں منعقد کی جائے'

اسلام آباد چیئرمین سینیٹ میاں رضا ربانی نے وزیراعظم پاکستان کو ماضی کی جمہوری روایت کو بحال کرنے کی تجویز دیتے ہوئے کہا ہے کہ 14 اگست یوم آزادی 2017 کی پرچم کشائی کی تقریب پارلیمان ہاؤس کے احاطے میں منعقد کرائی جائے۔ چیئرمین سینیٹ میاں رضا ربانی کی جانب سے اس معاملے پر وزیراعظم کو لکھے گئے خط میں کہا گیا ہے کہ پارلیمنٹ ہاؤس کے احاطے میں یوم آزادی کی پرچم کشائی کی تقریب منعقد ہونا اس بات کی عکاسی ہوگی کہ ریاست اپنے اختیارات عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال کررہی ہے۔ چیئرمین سینیٹ نے کہا کہ آمرانہ ادوار میں بند دروازوں کے پیچھے یوم آزادی کی تقریبات منعقد کر کے عوامی مینڈیٹ چھیننے کی کوششیں کی گئی۔ چیئرمین سینیٹ میاں رضا ربانی کی جانب سے لکھے گئے خط میں مزید کہا گیا کہ پرچم کشائی کا آغاز 1980 میں ہوا اور 1985 کے آمرانہ دور میں یہ تقریب ایوان صدر میں منعقد کی گئی۔ ان کا کہنا تھا کہ عام انتخاب کے بعد دو سال کے مختصر عرصے کے لیے پارلیمنٹ ہاؤس کے احاطے میں منعقد ہوئی اور 1978 میں آمر کی جانب سے جمہوری حکومت کے خاتمے پر یہ تقریب دوبارہ ایوان صدر منتقل کردی گئی اور 1989 میں آمرانہ دور کے خاتمے پر جمہوری حکومت اسے پارلیمنٹ کے احاطے میں لے آئی جو 1999 تک پارلیمنٹ کے احاطے میں منعقد ہوتی رہی۔ چیئرمین سینیٹ میاں رضا ربانی نے مزید کہا کہ انہوں نے اسپیکر قومی اسمبلی سے اس سلسلے میں بات کی ہے جنہوں نے مذکورہ خیالات سے اتفاق کیا۔ (بشکریہ ڈان)

عید کے کپڑے دلانے کی استطاعت نہ رکھنے پر ماں کی بچوں سمیت خودکشی

اٹک اٹک کے علاقے حضرو میں غربت سے تنگ ماں نے بچوں کی جانب سے عید کے کپڑوں کا تقاضہ کرنے پر تین بچوں سمیت 30 فٹ گہرے کنویں میں چھلانگ لگادی جس کے نتیجے میں دو بچے جاں بحق ہوگئے۔ ریسکیو حکام کے مطابق علاقہ مکینوں نے خاتون کو بچوں سمیت کنویں میں چھلانگ لگاتا دیکھ کر شور کرنا شروع کردیا اور ریسکیو حکام کو طلب کیا۔ ریسکیو حکام کے پہنچنے تک چار سالہ مزمل اور ڈیڑھ سال کی مقدس جاں بحق ہوچکی تھیں تاہم ماں اور ایک بچے کو بچالیا گیا جبکہ دونوں ماں اور بیٹے کو اسپتال منتقل کر دیا گیا جہاں ان کی حالت انتہائی تشویشناک بتائی جارہی ہے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ خاتون کے خاوند محنت مزدوری کرتے ہیں اور دونوں میاں بیوی کے مابین بچوں کو عید کے کپڑے خریدنے پر جھگڑا ہوا تھا۔ ڈان نیوز کو تھانہ حضرو کے ڈیوٹی آفیسر اے ایس آئی فہیم خان نے بتایا کہ حضرو کے ساتھ ہی ایک علاقہ لودھی ہے جس میں یہ خاتون اپنے بچوں اور خاوند کے ہمراہ رہائش پذیر تھی۔ خاتون نے اپنے تینوں بچوں کو لیا اور گھر کے پاس ہی 30 فٹ گہرے کنویں میں چھلانگ لگا کر زندگی کا خاتمہ کرنا چاہا تاہم ماں اور ایک بچے کو تو بچالیا گیا جبکہ ایک بچی اور بچہ جان کی بازی ہار گئے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ خاتون اس وقت ہسپتال میں زیر علاج ہے اور بیان دینے کے قابل نہیں ہے لیکن ان کے خلاف اقدام خودکشی کا مقدمہ درج کرلیا جائے گا۔ (بشکریہ ڈان)

ملک میں ووٹرز کی تعداد 9 کروڑ 70 لاکھ سے تجاوز کرگئی

اسلام آباد الیکشن کمیشن آف پاکستان کے حکام کا کہنا ہے کہ ملک بھر میں رجسٹرڈ ووٹرز کی تعداد 9 کروڑ 70 لاکھ 21 ہزار 340 ہوگئی ہے۔ سرکاری خبر رساں ادارے اے پی پی کی رپورٹ کے مطابق الیکشن کمیشن کے حکام نے ملک میں ووٹرز کے حتمی اعداد وشمار کے حوالے سے بتایا ہے کہ ملک بھر میں مرد ووٹرز کی تعداد 5 کروڑ 45 لاکھ 97 ہزار 406 ہے جو مجموعی ووٹرز کی تعداد کا 56 فیصد ہے جبکہ خواتین ووٹرز کی تعداد 4 کروڑ 24 لاکھ 23 ہزار 934 ہے جو کہ مجموعی ووٹرز کی تعداد کا 40 فیصد ہے۔ وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں ووٹرز کی تعداد 6 لاکھ 94 ہزار 606 ہے، جن میں سے 3 لاکھ 73 ہزار 491 مرد اور 3 لاکھ 21 ہزار 115 خواتین ووٹرز ہیں۔ اسی طرح صوبہ پنجاب میں کل رجسٹرڈ ووٹرز کی تعداد 5 کروڑ 13 لاکھ ایک ہزار 706 ہے، جہاں مرد ووٹرز کی تعداد 56 فیصد ہے جبکہ خواتین ووٹرز کی تعداد 44 فیصد ہے۔ سندھ کے ووٹرز کی تعداد 2 کروڑ 6 لاکھ 40 سے زائد ہے۔ خیبر پختونخوا کے ووٹرز کی تعداد ایک کروڑ 40 لاکھ 16 ہزار ہے، جن میں سے مرد ووٹرز کی تعداد 57 فیصد ہے جبکہ خواتین ووٹرز کی تعداد 43 فیصد ہے۔ بلوچستان کے ووٹرز کی تعداد 33 لاکھ 2 ہزار سے زائد ہے، جن میں مرد ووٹرز کی تعداد 58 فیصد ہے جبکہ خواتین ووٹرز کی تعداد 42 فیصد ہے۔ ادھر فاٹا کے مجموعی ووٹرز کی تعداد 21 لاکھ تک پہنچ گئی ہے، جن میں سے مرد ووٹرز کی تعداد 62 فیصد ہے جبکہ خواتین ووٹرز کی تعداد 38 فیصد ہے۔

(بشکریہ ڈان)

دریائے سندھ میں ڈوبنے کے واقعات

تورغر تورغر تحصیل جدبا گاؤں شگئی میں دو جوان شادی شدہ خواتین گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے نہاتے ہوئے ڈوب گئے۔ دونوں کی نعشیں تا حال نہیں ملیں۔ تھانہ جدبا میں رپورٹ جمع ہوئی ہے۔ فہمیدہ بی بی اور نعمتہ بی بی دونوں نندیں ہیں۔ دریا میں ایسے لوگ ڈوب جاتے ہیں مگر لاش نکالنے کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔

(نامہ نگار)

کچرے سے چاندی گھر

کراچی 'مٹی کے گھروں کی جگہ چاندی کا گھر۔' نرگس لطیف گذشتہ دو دہائیوں سے یہ سوچ اور خیال لیے چل رہی ہیں لیکن 2005 سے لے کر اب تک صرف وہ 150 ایسے گھر بنا کر دے سکی ہیں۔ پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں یومیہ 12 ہزار ٹن گھریلو اور صنعتی کچرا پیدا ہوتا ہے، جن میں سے کئی اشیاری سائیکلنگ کے بعد دوبارہ استعمال کی جاتی ہیں۔ نرگس لطیف صنعتی کچرے اور پلاسٹک سے چاندی کے گھر بناتی ہیں۔ نرگس لطیف بتاتی ہیں کہ ان کا بچپن سے یہ خواب تھا کہ وہ سائنس دان بنیں اور بالآخر انھوں نے چاندی ٹیکنالوجی کو متعارف کرا دیا۔ 'آج سے 22،20 سال پہلے میں نے دیکھا کہ شہر میں گندگی کی انتہا ہے اس پر کام کیا جائے، یہ کوئی جن بھوت تو نہیں ہے، اس میں تو بڑی کام کی چیزیں ہیں۔' نرگس نے 'گل بھاؤ' کے نام سے اپنی تنظیم کا آغاز کیا اور ابتدائی طور پر شہر میں کچرا چننے والے افغانی اور ازبک بچوں کی مدد سے پلاسٹک کی تھیلیاں اور فیکٹریوں کی پیکنگ سے بچ جانے والا سامان اکٹھا کرنا شروع کیا، جس سے بلاک بنائے گئے۔ چاندی گھر کی تعمیر میں تھرموپول میں پلاسٹک کی تھیلیاں بھر کر بلاک بنائے جاتے ہیں اور اس کے بعد ان بلاکس سے دیواریں بنائی جاتیں ہے اور ان کو پلاسٹک کے رسوں سے باندھا جاتا ہے جبکہ ستون کے لیے لکڑی زمین میں گاڑھ کر اس کے گرد یہ بلاکس باندھ دیے جاتے ہیں۔ نرگس لطیف کا کہنا ہے کہ چاندی نام بھی بھلا ہے اس لیے انھوں نے اسی نام کا انتخاب کیا ہے۔ 'لوگ اس کا کاروبار کرنے لگیں تو یہ کچرا آپ کو ڈھونڈے سے نہیں ملے گا، جو اس وقت بدقسمتی سے ناسور بنا ہوا ہے، اسے جلایا جاتا ہے یا ندی نالوں میں پھینک دیا جاتا ہے۔' 2005 میں زلزلے کے بعد سیلاب کے متاثرین کے لیے یہ گھر بنائے گئے تھے۔ غریب کچی بستیوں کی زمین سرکاری یا کسی کی نجی ملکیت ہوتی ہے اس لیے وہاں یہ گھر نہیں بنائے جاسکتے۔ نرگس لطیف کا کہنا ہے کہ یہ گھر گرمی میں بھی ٹھنڈا رہتا ہے بارش میں تو لاجواب ہے کیونکہ پلاسٹک کو پانی خراب نہیں کرتا جبکہ کیڑا ابھی نہیں لگتا۔ اس لیے دو تین سو سال یہ گھر چلتا رہے گا اس کے علاوہ یہ متحرک گھر ہے آج یہاں تو کل وہاں لگایا جاسکتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ 'مٹی کے گھروں سے یہ گھر زیادہ مفید ہیں کیونکہ مٹی کے گھر تیز بارش میں گر جاتے ہیں، اس کے علاوہ مٹی کے گھر سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں کیونکہ مٹی میں کئی جراثیم موجود ہوتے ہیں اور بچے اسے ہاتھ لگاتے ہیں اور یہ جراثیم پیٹ میں جاتے ہیں اور بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔' گل بھاؤ اور نرگس لطیف کا کراچی میں کوئی ایک ٹھکانہ نہیں۔ ان کی یہ تجربہ گاہ اور ورکشاپ شہر کے مختلف علاقوں میں گھومتی رہتی ہے۔ کوئی مستقل اور مناسب فنڈنگ نہ ہونے کی وجہ سے ان کا مستقل ٹھکانہ نہیں۔ نرگس لطیف کا کہنا ہے کہ 20 سے 25 ہزار میں دو سے تین کمروں کا چاندی گھر بن سکتا ہے، جبکہ اس سے گودام بھی بنائے جاسکتے ہیں۔ انھوں نے بتایا: 'ہم نے کراچی موٹروے پولیس کے لیے ایک گودام بنایا ان کی بس ایک شرط تھی کہ یہ دھوپ کی شدت اور گرمی برداشت کر سکے اور ان کے کیمیکل کے ڈرم حفاظت سے رہیں۔ کیونکہ دھوپ اور گرمی کی وجہ سے یہ پھٹ جاتے تھے، ہم نے انھیں گودام بنا کر دیا جو بعد میں کامیاب رہا۔' گل بھاؤ نے صحرائے تھر کے ضلعی ہسپتال کے قریب بھی ایک چاندی مسافر خانہ بنایا ہے، جس میں مریضوں کے ساتھ آنے والے لوگ کچھ گھنٹے رکتے ہیں۔ کراچی میں صفائی اور ماحول کی بہتری کے لیے پلاسٹک کے شاپنگ بیگز پر پابندی کے مطالبات ہوتے رہے ہیں، لیکن نرگس لطیف اس پابندی کی مخالف ہیں ان کے مطابق پابندی کے بجائے اس کو طریقہ کار سے جمع کریں اور بلاک بنا کر گھر بنائیں۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

سوات کی سماجی کارکن مسلح حملے میں محفوظ

مینگورہ خواتین کے حقوق کے حوالے سے سرگرم کارکن اور خواتین کے پہلے جرگے کی بانی تبسم عدنان نے دعویٰ کیا ہے کہ نامعلوم مسلح افراد نے ان پر حملہ کیا، تاہم وہ واقعے میں محفوظ رہیں۔ دوسری جانب تبسم عدنان نے حکومت سے ملزمان کی نشاندہی کر کے انھیں گرفتار کرنے کا بھی مطالبہ کیا۔ تبسم کے مطابق کچھ نامعلوم مسلح افراد نے جمعرات (29 جون) کی رات ان پر فائرنگ کردی تاہم ان کے پولیس گارڈز کی جوابی کارروائی کے نتیجے میں حملہ آور فرار ہوگئے۔ تبسم عدنان نے میڈیا کے نمائندوں کو بتایا کہ آدھی رات کو کچھ حملہ آوروں نے ان کے گھر پر بلا اشتعال فائرنگ شروع کردی، جو کچھ دیر تک جاری رہی اور کئی گولیاں ان کے کمرے کے دروازے اور کھڑکیوں پر آ کر لگیں۔ انھوں نے بتایا، 'تاہم میں حادثے میں محفوظ رہی اور میرے پولیس گارڈ نے فوری طور پر فائرنگ کا جواب دیا، جس پر حملہ آور فرار ہوگئے'۔ تبسم عدنان کا کہنا تھا کہ انھیں کافی عرصے سے نامعلوم افراد کی جانب سے دھمکیاں موصول ہو رہی تھیں، انھوں نے بتایا، 'میں نے سیدو شریف پولیس اسٹیشن میں اس حوالے سے پہلے ہی ایک ایف آئی آر درج کروا رکھی ہے'، ساتھ ہی ان کا کہنا تھا کہ وہ خواتین کے حقوق کے حوالے سے کام جاری رکھیں گی اور اس طرح کے اقدامات انھیں ان کے مقصد سے نہیں ہٹا سکتے۔ سیدو شریف پولیس اسٹیشن کے ایک عہدیدار نے بتایا کہ پولیس نے ایف آئی آر درج کر کے تفتیش کا آغاز کردیا ہے۔ واضح رہے کہ تبسم عدنان خواتین کے پہلے جرگے، 'خواندو جرگہ' کی بانی ہیں۔ وہ خواتین کے حقوق کے حوالے سے کام کرتی ہیں، انھیں متعدد قومی اور بین الاقوامی ایوارڈز سے بھی نوازا جاچکا ہے۔ (بشکریہ ڈان)

ناجائز تجاوزات سے عوام پریشان

بصیرپور بصیرپور کے تین بازاروں میں دکانداروں نے اپنا سامان کئی فٹ تک سڑک پر بڑھایا ہوا ہے جبکہ ریڑھیوں والوں نے اس کے آگے اپنی قطاریں بنا رکھی ہیں جن کے باعث دو طرفہ ٹریفک کی آمدورفت کے لیے بمشکل چند فٹ سڑک بچتی ہے اور بڑی گاڑیاں گزرنے کے دوران ٹریفک کئی کئی بند رہتی ہے۔ شہریوں نے ڈپٹی کمشنر اوکاڑہ سے مطالبہ کیا ہے کہ بصیرپور شہر کے مرکزی بازار سے ناجائز تجاوزات کے خاتمے کے لیے آپریشن کیا جائے۔

(اصغر حسین حماد)

پارہ چنار بم دھماکہ

کرم ایجنسی پاکستان کے قبائلی علاقے کرم ایجنسی کے مرکزی شہر پارہ چنار میں ہونے والے دو دھماکوں کے بعد ہونے والا احتجاجی دھرنا کئی روز سے جاری رہا۔ دھرنے کے شرکا کا کہنا ہے کہ جب تک ان کے مطالبات تسلیم نہیں کیے جاتے وہ دھرنا جاری رکھیں گے۔

خیال رہے کہ گزشتہ ماہ پارہ چنار میں کرمان اڈہ کے قریب ہونے والے ان دو دھماکوں میں 60 کے قریب افراد ہلاک ہوئے تھے۔

بی بی سی سے بات کرتے ہوئے دھرنے کے منتظم ثاقب بنگش نے بتایا کہ 27'ویں رمضان سے یہ دھرنا مسلسل جاری ہے اور جب تک ان کے مطالبات سنے نہیں جاتے یہ دھرنا جاری رہے گا۔'

ان کا کہنا تھا کہ 'ہماری برداشت ختم ہو چکی ہے، ہر مہینے دھماکہ، ہر مہینے سو ہلاکتیں، اتنا بڑا علاقہ تو نہیں جس کو سکیورٹی نہ دی جا سکے۔ سکیورٹی کے اتنے بڑے دعووں کے نتیجے میں ہمیں سو لاشوں کا تحفہ مل رہا ہے۔'

ان کا کہنا تھا کہ وزیراعظم نواز شریف کو تو یہ اندازہ بھی نہیں ہے کہ پارہ چنار پاکستان میں ہے یا کسی دوسرے ملک میں۔

ثاقب بنگش کا کہنا تھا کہ کور کمانڈر آئے تھے اور ہمیشہ کی طرح صرف یہ کہہ کر چلے گئے کہ آپ کے مطالبات پورے کیے جائیں گے، تاہم آج تک ایسا نہیں ہو سکا ہے۔

'اب تک 11 دھماکے ہو چکے ہیں، یہ کوئی تیسری دنیا سے آ کر تو نہیں کرتا، آخر یہ دھماکے کرنے والے پاکستان میں موجود ہیں۔'

ثاقب بنگش نے بتایا کہ جب تک اس علاقے کی سکیورٹی کا ذمہ مقامی لوگوں کو دیا گیا تھا سب ٹھیک تھا تاہم ان کے بقول جب سے 'ہم سے سکیورٹی لی گئی ہے تو ایسے مسائل سامنے آ رہے ہیں۔

انھوں نے حکومت سے شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ ملک کے دیگر علاقوں میں کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو لاکھوں روپوں کی امداد کا اعلان کیا جاتا جبکہ پارہ چنار میں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔

واضح رہے کہ رواں سال مارچ کے اواخر میں پارہ چنار میں خواتین کی ایک امام بارگاہ کے نزدیک بم دھماکے میں کم از کم 24 افراد ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے تھے۔

جبکہ رواں سال جنوری میں پارہ چنار میں سبزی منڈی کی عیدگاہ مارکیٹ کے قریب والے دھماکے میں بھی کم از کم 24 افراد ہلاک اور 28 زخمی ہوئے تھے۔

(بشکریہ بی بی سی)

پاکستان میں سزائے موت سیاسی آلے کے طور پر استعمال ہو رہی ہے

اسلام آباد ایک تحقیقی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان میں سزائے موت کو سیاسی آلے کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ جسٹس پروجیکٹ پاکستان (جے پی پی) کی جانب سے کی گئی تحقیق میں دعویٰ کیا گیا کہ پاکستان میں موت کی سزا کے استعمال سے جرائم اور دہشت گردی پر قابو پانے میں ناکامی ہوئی ہے۔ تحقیقی رپورٹ کے مطابق دسمبر 2014 میں سزائے موت کی بحالی کے بعد پاکستان میں مئی 2017 تک 465 قیدیوں کو تختہ دار پر لٹکایا گیا، جس کے بعد پاکستان سزائے موت دیے جانے والے ممالک کی فہرست میں چین، ایران، سعودی عرب اور عراق کے بعد پانچویں نمبر پر آ گیا ہے۔ سب سے زیادہ صوبہ پنجاب میں سزائے موت کے قیدیوں کو پھانسیاں دی گئیں جن کا تناسب 83 فیصد رہا، تاہم اس کے باوجود 17-2016 میں صوبے میں قتل کے واقعات میں صرف 9.7 فیصد کمی آئی۔ دوسری جانب صوبہ سندھ میں اسی عرصے میں قتل کے واقعات میں کمی کی شرح 25 فیصد رہی، حالانکہ پنجاب میں 382 قیدیوں کو پھانسی دیے جانے کے مقابلے میں سندھ میں 18 پھانسیاں دی گئیں۔ حالانکہ پاکستان میں قتل کے واقعات میں سزائے موت بحال کیے جانے سے قبل ہی کمی آ چکی تھی، جس سے سزائے موت اور جرائم کی شرح کے درمیان پہلے سے مشکوک تعلقات پر مزید شکوک و شبہات پیدا ہوئے۔

رپورٹ میں سامنے آنے والے چند مزید حقائق یہ ہیں:

- پاکستان میں دسمبر 2014 میں سزائے موت کی بحالی کے بعد ہفتہ وار اوسطاً ساڑھے 3 قیدیوں کو سزائے موت دی گئی۔
- دسمبر 2014 سے مئی 2017 تک سزائے موت پانے والے 465 قیدیوں میں سے پنجاب میں تختہ دار پر لٹکائے جانے والوں کی شرح 83 فیصد رہی۔
- قتل کے واقعات میں سب سے زیادہ سندھ میں کمی آئی، جبکہ سزائے موت دیے جانے کے حوالے سے شرح 4 فیصد رہی۔
- پنجاب میں دہشت گردی کے واقعات کے بعد سزائے موت کی شرح میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔

رپورٹ میں کہا گیا کہ اگر سزائے موت سے متعلق سالانہ رجحانات پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسداد دہشت گردی عدالتوں (اے ٹی سیز) سے سزائے موت پانے والے قیدیوں کا تناسب 16 فیصد رہا۔ سال 2015 میں اے ٹی سیز کی طرف سے سزا پانے والے 65 قیدیوں کو پھانسی دی گئی تاہم جنوری 2016 سے مئی 2017 تک یہ تعداد کم ہو کر 8 ہو گئی۔ رپورٹ کے مطابق اس عرصے میں زیادہ تر سزائے موت ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹس کی جانب سے سنائی گئیں، جن کا دہشت گردی کے واقعات کے مقدمات پر دائرہ اختیار نہیں ہے۔ رپورٹ میں پنجاب سے متعلق یہ تشویشناک پہلو بھی سامنے آیا کہ صوبے میں سزائے موت کو جیل میں قیدیوں کے لیے جگہ بنانے کے آلے کے طور پر بھی استعمال کیا جا رہا ہے، اس وقت صوبے کی 27 جیلوں میں سے 25 میں قیدیوں کی تعداد گنجائش سے زیادہ ہے اور زیادہ تر سزائے موت انہی جیلوں کے قیدیوں کو دی گئیں۔ جسٹس پروجیکٹ پاکستان کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر سارہ بلال کا کہنا تھا کہ 'سزائے موت کے مسلسل استعمال سے پاکستان کے بین الاقوامی انسانی حقوق کے وعدوں کی پاسداری اور شفاف سماعت کے اصولوں پر عملدرآمد میں کمی آ رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کوائف سے معلوم ہوتا ہے کہ سزائے موت جرائم اور دہشت گردی پر قابو پانے کے لیے موثر ذریعہ نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود اسے سیاسی مفادات حاصل کرنے کے لیے تیزی سے استعمال کیا جا رہا ہے۔

(بشکریہ ڈان)

سیاسی چپقلش پہ دہشت گردی کا مقدمہ

غذر ضلع غذر کے پی ٹی آئی کارکنوں کے خلاف ضلعی حکومت نے انسداد دہشت گردی (اے ٹی اے) کی دفعہ لگا کر تین کارکنوں کو گرفتار کیا تھا۔ تاہم بعدازاں جج کے ازخود نوٹس پر ان کو رہا کیا گیا ہے۔ مگر دفعہ ابھی نہیں ہٹایا گیا ہے۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن نے سینئر ایڈووکیٹ عطاء الرحمان کی گاڑی کی نمبر پلیٹ اتار کر سرے بازار اس کو پولیس وین میں حراست میں لیا۔ اس پہ الزام یہ تھا کہ نا کہ پہ وہ نہیں رکا۔ مگر اس کے مطابق اس کو ایسا کوئی اشارہ نہیں ملا۔ اپنی بے عزتی پہ اس نے ایکسائز کے عہدے داروں کے خلاف کورٹ میں درخواست دی تو یہ معاملہ اتنا طول پکڑ گیا کہ بار اور وکلاء برادری نے 9 دن تک عدالتوں کا بائیکاٹ کیا۔ حکومت نے پی ٹی آئی کے تین مزید کارکنوں جن میں محمد ایوب، صدر شاہ حسین سیکرٹری اور عادل شاہ کارکن پر یہ الزام لگا کر گرفتار کیا کہ انہوں نے آفس آ کر دھمکیاں دیں۔ دھماکہ کرنے کی بات کی۔ جب کہ یہ اس الزام کی تردید کرتے ہیں مگر ضلعی حکومت نے ان پر ATA کی دفعہ بھی لگایا ہوا ہے۔ ان کو گلگت جے آئی ٹی کے سامنے پیش کرنا تھا۔ مگر جج کے ازخود نوٹس پر یہ ضمانت پر رہا ہوئے ہیں۔ (حاجدہ پروین)

خودکشیوں کا بڑھتا ہوا رجحان

غذر گلگت کے ضلع غذر میں مئی 2017ء سے 31 مئی 2017ء تک خودکشیوں کے دس واقعات رپورٹ ہوئے۔ جن میں پانچ لڑکے اور پانچ خواتین شامل ہیں۔ ان خواتین میں دو شادی شدہ لڑکیاں شامل تھیں۔ مردوں میں ایک شادی شدہ اور چار لڑکے شامل ہیں۔ یکے بعد دیگرے ہونے والی خودکشیوں کے اسباب کا تا حال پتہ نہیں۔

(نامہ نگار)

معمولی تکرار پر نوجوان کو قتل کر دیا گیا

لکی مروت لکی مروت کے دیہی علاقے خرخزی میں معمولی تنازعے پر فائرنگ کر کے ایک شخص کو قتل کر دیا گیا۔ مدعی سیف اللہ جان نے تھانہ لکی مروت میں رپورٹ درج کراتے ہوئے بتایا کہ ملزم ممتاز نے کیکر کا درخت کاٹنے پر ہونے والی گالم گلوچ کا بدلہ لینے کے لیے ان کے بیٹے عبدالرحمان کو لکڑیوں کے ٹال کے نزدیک فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ملزم واردات کے بعد فرار ہو گیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ (محمد ظاہر شاہ)

آل پاکستان کلرک ایسوسی ایشن کا دھرنا

اوکاڑہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ اوکاڑہ کے 2400 کنٹریکٹ ملازمین کو ریگولر نہ کرنے پر اپیکا کے اراکین کا دھرنا، احتجاجی مظاہرہ، شرکاء نے پلے کارڈ اور بینرز اٹھا رکھے تھے جن پر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کے کنٹریکٹ ملازمین کو ریگولر کیا جائے، کے نعرے درج تھے۔ اپیکا نے مطالبہ کیا کہ محکمہ پاپولیشن کے ملازمین چوکیدار، ہیلپر سے لے کر فیملی ویلفیئر کونسل تک سب کو اپ گریڈ کیا جائے۔ ٹیکنیکل اور نان ٹیکنیکل سٹاف جنہیں اپ گریڈ نہیں کیا گیا ان کو اپ گریڈ کیا جائے۔ یوٹیلٹی الاؤنس سیکرٹریٹ کے ملازمین کی طرح گریڈ ون تا گریڈ 17 کے تمام ملازمین کو دیا جائے۔ کنٹریکٹ ملازمین کو فوری ریگولر کیا جائے۔ گروپ انشورنس کی رقم ریٹائرمنٹ پر ادا کی جائے۔ شادی گرانٹ، ڈیتھ گرانٹ اور ملازمین کے بچوں کے لیے وظیفہ کی رقم میں سو فیصد اضافہ کیا جائے۔

(اصغر حسین حماد)

طالبان کی دھمکیاں: اعتزاز حسن کے اہلخانہ کا سیکیورٹی کا مطالبہ

پشاور 2014 میں ہنگو میں واقع اپنے اسکول کے مرکزی دروازے پر ایک خودکش بمبار کو روکنے کی کوشش کے دوران جان کی بازی ہارنے والے طالب علم اعتزاز حسن کے اہلخانہ نے طالبان کی جانب سے دھمکیاں موصول ہونے کے بعد حکام سے سیکیورٹی کا مطالبہ کیا ہے۔ اعتزاز کے بھائی مجتبیٰ بنگش نے ڈان نیوز کو بتایا کہ رواں برس 3 اپریل کو انھیں کالعدم تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کی جانب سے ایک دھمکی آمیز خط موصول ہوا، جس میں تحریر تھا کہ 'اعتزاز نہ تو شہید ہے اور نہ ہی ہیرو، لہذا میڈیا اس کی اشتہار بازی چھوڑ دے'۔ مذکورہ خط میں طالبان نے اعتزاز کے بھائی مجتبیٰ کو بھی خبردار کرتے ہوئے دھمکی دی تھی کہ وہ میڈیا اور حکومتی اداروں سے ملنا جلنا چھوڑ دیں، ورنہ نتائج کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے۔ خیبر پختونخوا کے ضلع ہنگو کے علاقے ابراہیم زئی کے رہائشی مجتبیٰ کے مطابق انھوں نے وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان، انسپکٹر جنرل (آئی جی) خیبر پختونخوا، آئی جی فرنٹیئر کانسٹیبلری (ایف سی) اور کمانڈر پشاور کور لیفٹیننٹ جنرل نذیر احمد بٹ کو خط لکھ کر طالبان کی دھمکیوں کے تناظر میں سیکیورٹی فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ مجتبیٰ کے مطابق حکام کی جانب سے ابھی تک ان کے اہلخانہ کو سیکیورٹی فراہم کرنے سے متعلق جواب نہیں دیا گیا۔ 3 اپریل کو طالبان کی جانب سے دھمکی آمیز خط موصول ہونے کے بعد مجتبیٰ نے ہنگو پولیس اسٹیشن میں ایف آئی آر درج کروائی تھی۔ مجتبیٰ نے اس اسکول کی سیکیورٹی کے حوالے سے بھی خدشات کا اظہار کیا تھا، جہاں جنوری 2014 میں ان کے بھائی نے سینکڑوں بچوں کو بچانے کی خاطر اپنی جان کی قربانی دی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ حکومت کی جانب سے مذکورہ اسکول کو مناسب سیکیورٹی فراہم نہیں کی گئی جبکہ صرف 2 پرائیویٹ سیکیورٹی گارڈز اسکول کی سیکیورٹی پر مامور ہیں اور ان گارڈز کی تنخواہ بھی بچوں کے والدین اور اساتذہ کی جیب سے جاتی ہے۔ مجتبیٰ نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ عسکریت پسند اس اسکول پر دوبارہ حملہ کر سکتے ہیں، کیونکہ پچھلی مرتبہ اعتزاز کی قربانی کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ یاد رہے کہ 15 سالہ اعتزاز حسن کو اس وقت قومی ہیرو قرار دیا گیا تھا جب انھوں نے اپنے اسکول میں داخل ہونے کی کوشش کرنے والے خودکش بمبار کو مرکزی دروازے کے قریب ہی روک دیا تھا۔ تاہم خودکش بمبار نے خود کو دھماکے سے اڑا لیا، جس کے نتیجے میں شدید زخمی ہونے والے اعتزاز نے بعدازاں ہسپتال میں دم توڑ دیا تھا، واقعے میں اور کوئی فرد زخمی یا ہلاک نہیں ہوا تھا۔ (بشکریہ ڈان)

خودکشی

ٹنڈو محمد خان ٹنڈو محمد خان کی تحصیل بلڑی شاہ کریم کے رہنے والے گاؤں جت کے پینتیس سالہ نوجوان بھجل کوہلی نے اپنے گھر میں ہی اپنے گلے میں رسی ڈال کر بیروزگاری سے تنگ آ کر خودکشی کر لی۔ واقعے کے حوالے سے پولیس کے پاس کوئی بھی اندراج وغیرہ نہیں ہوا اور نہ ہی نعش کا پوسٹ مارٹم وغیرہ کروایا گیا۔ (نامہ نگار)

قتل کو خودکشی کا رنگ

ٹنڈو محمد خان ٹنڈو محمد خان کی تحصیل ٹنڈو غلام حیدر کے گاؤں فتح محمد لاشاری میں رہنے والی پچیس سالہ شادی شدہ عورت ارباب لاشاری کی اس کے گھر میں رسی سے لٹکی ہوئی لاش ملی۔ پچیس سالہ ارباب لاشاری کے شوہر انور لاشاری کے مطابق اس کی بیوی نے خودکشی کی ہے جبکہ مقتولہ کے ورثا کے کہنے کے مطابق اس کا شوہر انور شاد اپنی بیوی پر تشدد کیا کرتا تھا اور اس نے اپنی بیوی کو گلا دبا کر اس کو قتل کیا ہے۔ مقامی پولیس نے واقعے کی کوئی ایف آئی آر درج نہیں کی۔ پولیس کے مطابق واقعے کی حقیقت پوسٹ مارٹم رپورٹ کے بعد ہی معلوم ہو سکے گی۔ (یعقوب لطیف سومرو)

پانی کے کنویں کی صفائی اور موت

جھل مگسی گنداوہ کے علاقہ قاضی اسماعیل میں پینے کے پانی کے لیے پرانے کنویں کو صفائی دینے والے پانچ افراد پانی کی بدبو سے بے ہوش ہوگئے۔ تاہم مقامی لوگوں نے پانچوں لوگوں کو بے ہوشی کی صورت میں باہر نکال لیا۔ دو افراد اللہ بخش اور محمد یعقوب موقع پر ہلاک ہوگئے۔ جبکہ مہراللہ اور محمد حنیف کی حالت بہتر ہے۔ رپورٹ روانہ کرنے تک ان کا علاج جاری تھا۔ مقامی لوگوں نے بتایا ہے کہ واپڈا والوں نے ایک ماہ سے بغیر کسی وجہ سے ان علاقوں میں بجلی بند کر رکھی تھی۔

(رحمت اللہ)

قتل

لکی مروت نورنگ کے علاقے نالی چک میں مخالفین کی فائرنگ سے برکت اللہ جاں بحق ہوگیا۔ اس سلسلے میں تھانہ عصمت اللہ نورنگ میں شفقت اللہ اور پیرولا خان نے ایف آئی آر درج کراتے ہوئے پولیس کو بتایا کہ میں اور میرا بھائی برکت اللہ افطاری کا سامان لینے کی خاطر دکان اجمیر خان پر موجود تھے کہ ایک موٹرسائیکل پر مبینہ ملزمان نور محمد عرف جین اور محمد نوح عرف نوحی پسران لیم خان آئے اور پستول نکال کر نور محمد نے بھائی برکت اللہ کو کہا کہ کیوں ہمارے مخالفین کے ساتھ ضمانت کے سلسلے میں کچہری گئے تھے۔ اس دوران ملزموں نے فائرنگ شروع کردی۔ فائرنگ سے میرا بھائی زمین پر گر گیا اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کردی ہے۔

(محمد ظاہر شاہ)

وزیرستان ایجنسی میں انڈسٹریل اسٹیٹ قائم کرنے کا فیصلہ

وزیرستان شدت پسندی سے متاثر پاکستان کے قبائلی علاقے شمالی وزیرستان ایجنسی میں انڈسٹریل اسٹیٹ قائم کی جارہی ہے جو افغانستان اور وسطی ایشیا سے منسلک ہوگی اور اس کے لیے زمین حاصل کرلی گئی ہے لیکن مقامی قبائل زمین کے حصول کو متنازعہ قرار دے رہے ہیں۔ یہ صنعتی بستی یا انڈسٹریل اسٹیٹ میر علی۔ میرانشاہ روڈ پر کوئی پانچ ہزار کنال پر قائم کی جارہی ہے جس کے لیے ابتدائی کام مکمل کرلیا گیا ہے۔ اس انڈسٹریل اسٹیٹ کے لیے تمام قبائلی علاقوں کے سروے کیے گئے اور پھر شمالی وزیرستان ایجنسی کو منتخب کیا گیا۔ اس منصوبے پر تین سے چار ارب روپے خرچ ہوں گے اور یہ صنعتی بستی 2019ء تک فعال ہو سکے گی۔ فاٹا سیکریٹریٹ کے ترجمان عبدالسلام وزیر نے بی بی سی کو بتایا کہ قبائلی علاقوں میں بڑی مقدار میں معدنیات ہیں جس سے وابسطہ صنعتیں یہاں ترجیحی بنیاد پر قائم کی جاسکیں گی۔ انھوں نے کہا کہ اس انڈسٹریل اسٹیٹ پر کام ایک دو ماہ میں شروع کر دیا جائے گا جس سے مقامی سطح پر روزگار کے مواقع پیدا ہوسکیں گے۔ عبدالسلام وزیر نے بتایا کہ یہ علاقہ پاک افغان سرحد پر غلام خان سے متصل ہے جو افغانستان اور پھر وسطی ایشیا سے ملتا ہے، اس لیے یہ صنعتی بستی قومی سطح پر نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر کام کرے گی اور مستقبل میں ہوسکتا ہے کہ اسے سی پیک کا حصہ بنا دیا جائے۔ انھوں نے کہا کہ خیبر پختونخوا حکومت نے بھی اس منصوبے میں دلچسپی ظاہر کی ہے اور ایک وفد بھی علاقے کا دورہ کر چکا ہے۔ یہ صنعتی بستی جس زمین پر تجویز کی گئی ہے اس مقامی قبیلے کے لوگ متنازعہ قرار دے رہے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ وہ شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن کی وجہ سے نقل مکانی پر مجبور ہو گئے تھے اور ان کی غیر موجودگی میں بعض عناصر نے پولیٹکل انتظامیہ سے مل کر ان کی زمین بیچ دی ہے۔ اس قبیلے کے ایک رکن مشیر خان وزیر نے کہا کہ یہ شاملات کی زمین تین دیہات حکیم خیل، مبارک شاہی اور پیران کلے کے لوگوں کی ہے جبکہ باہر سے آئے کچھ لوگ اس پر قابض ہو کر زمین بیچ رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ انھوں نے زمین کچھ لوگوں کو کرائے پر دی تھی لیکن اب انھوں نے ہی اعلی حکام سے مل کر سودا کر دیا ہے۔ مشیر خان نے بتایا کہ انھوں نے پشاور ہائی کورٹ میں درخواست دائر کر رکھی ہے جبکہ پولیٹیکل ایجنٹ کے فیصلے کے خلاف انھوں نے کمشنر پشاور ڈویژن کی عدالت میں اپیل کی ہے۔ مشیر خان نے بتایا کہ وہ اس کے خلاف ہر سطح پر جائیں گے اور اپنے حق پر کسی کو قبضہ نہیں کرنے دیں گے۔ اس بارے میں فاٹا سیکرٹیریٹ کے ترجمان عبدالسلام وزیر نے کہا کہ ان کے ریکارڈ کے مطابق یہ زمین متنازعہ نہیں ہے۔ شمالی وزیرستان سے تعلق رکھنے والے سول سوسائٹی کے اہم رکن محسن داوڑ نے بی بی سی کو بتایا کہ شمالی وزیرستان ایجنسی میں جتنے بھی کام ہو رہے ہیں ان میں مقامی لوگوں کو اعتماد میں نہیں لیا جا رہا۔ انھوں نے کہا کہ معاملہ عدالت میں ہے تو حکام کو فیصلے کا انتظار کرنا چاہیے تھا اور کسی غریب کو اس کے حق سے محروم کرنا مناسب نہیں ہے۔ شمالی وزیرستان ایجنسی دیگر قبائلی علاقوں کی طرح شدت پسندی کا شکار رہا جہاں جون 2014 میں فوجی آپریشن ضرب عضب شروع کیا گیا تھا۔ اس آپریشن کے نتیجے میں دس لاکھ سے زیادہ لوگ نقل مکانی پر مجبور ہوئے لیکن اب ایسی اطلاعات ہیں کہ 90 فیصد لوگ واپس اپنے گھروں کو جا چکے ہیں۔ قبائلی علاقوں میں ترقیاتی کام نہ ہونے کے برابر ہیں اب فاٹا اصلاحات کے نتیجے میں اگر قبائلی علاقوں کا خیبر پختونخوا کے ساتھ انضمام ہو جاتا ہے تو مبصرین کے مطابق ان علاقوں میں مزید ترقیاتی منصوبے شروع کیے جاسکتے ہیں۔

(بشکریہ بی بی سی)

تنگ شاہراہ پر حادثات کا تسلسل

اوکاڑہ اوکاڑہ دیپالپور روڈ ون وے نہ ہونے کی وجہ سے اس پر حادثات معمول بن گئے ہیں۔ آئے روز حادثات سے قیمتی جانوں کے ضیاع کے باوجود متعلقہ اداروں کی خاموشی سمجھ سے بالاتر ہے۔ اوکاڑہ دیپالپور روڈ پر بہت زیادہ رش ہونے کی وجہ سے اس روڈ پر ہر سال درجنوں حادثات میں قیمتی جانیں ضائع ہوچکی ہیں لیکن ان دونوں تحصیلوں کو ملانے والی اکلوتی روڈ کو ون وے نہیں کیا جارہا ہے جس کی وجہ سے اس روڈ پر حادثات میں اضافہ ہورہا ہے۔ قیمتی جانوں کے ضیاع کے ساتھ ساتھ متعدد افراد معذوری کی زندگی گزار رہے ہیں۔ حادثات کی شرح میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے۔ لیکن کوئی ادارہ اس ذمہ داری کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہے۔ دونوں تحصیلوں میں شہریوں کا کہنا ہے کہ سرکاری غیر سرکاری، تجارتی، تعلیمی اور دیگر ضروریات کے لیے ہر گھنٹہ میں سینکڑوں خواتین، بچے، طلباء، طالبات بوڑھے اوکاڑہ اور دیپالپور کے درمیان سفر کرنے پر مجبور ہیں لیکن زیادہ رش کے باعث ان کی زندگیاں محفوظ نہیں ہیں۔ شہریوں نے وزیراعلیٰ پنجاب سے مطالبہ کیا ہے کہ اوکاڑہ دیپالپور روڈ کو ون وے کیا جائے۔

(اصغر حسین حماد)

مختلف واقعات میں دو افراد کا قتل

لکی مروت لکی مروت کے مختلف علاقوں میں فائرنگ کے الگ الگ واقعات میں دو افراد کو قتل کردیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق تاجہ زئی میں اراضی کے تنازعے پر ملزمان سلطان، عدنان، لقمان اور اصغر خان نے فائرنگ کر کے محمد رفیق کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ غزنی خیل پولیس نے مقتول کی بیوہ زرینہ بی بی کی مدعیت میں مقدمہ درج کرلیا اور تفتیش شروع کردی۔ دوسرے واقعہ میں تھانہ تجوڑی کے علاقے حرام تالا میں گھریلو تنازع پر فرید اللہ اپنے بھائی اختر رحمان کی فائرنگ سے موت کے منہ میں چلے گئے۔

(محمد ظاہر شاہ)

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدِحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق 23 مئی سے 18 جون تک کے دوران ملک بھر میں 210 افراد نے خودکشی کی۔خودکشی کرنے والوں میں 95 خواتین شامل تھیں۔اسی عرصہ کے دوران 142 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچالیا گیا۔اقدام خودکشی کرنے والوں میں 74 خواتین شامل ہیں۔اعدادوشمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 144 افراد نے گھریلو جھگڑوں ومسائل سے تنگ آکر اور 14 نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہوکر خودکشی کی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
23 مئی	غلام عباس	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	وزیرآباد	-	جنگ
23 مئی	شہناز بی بی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کندووال، بصیرپور	-	جنگ
23 مئی	محمد سلیم	مرد	57برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	-	جنگ
23 مئی	ابوبکر	مرد	-	-	-	-	گوادر	-	نیشن
23 مئی	زین	مرد	15برس	-	-	زہرخورانی	چک35۔ایس پی، پاکپتن	-	نیوز
23 مئی	محمد اقبال	مرد	-	شادی شدہ	بیٹے کو ملازمت دلوانے کے لیے	چھت سے کود کر	پاک سیکرٹریٹ، اسلام آباد	درج	خبریں
24 مئی	سکندر حیات	مرد	45برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 149۔رب، فیصل آباد	-	نئی بات
24 مئی	عبدالحسیب	مرد	24برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اسلام پورہ، جڑانوالہ	-	نئی بات
24 مئی	ظفر	مرد	20برس	-	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	چک 448 ج ب، فیصل آباد	-	نئی بات
24 مئی	شہباز احمد	مرد	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	اوکاڑہ	-	نئی بات
24 مئی	اصغر علی	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں بکھیانہ کلاں، پھولنگر	-	نئی بات
25 مئی	-	خاتون	15برس	-	-	خود کو گولی مار کر	نوشہرہ	-	نیوز
25 مئی	ولید	مرد	-	-	-	خود کو گولی مار کر	گرین ٹاؤن، لاہور	-	خبریں
25 مئی	غفار رمضان	مرد	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	چھت سے کود کر	چک 211، گ ب، فیصل آباد	-	خبریں
25 مئی	صائمہ	خاتون	30برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 73 رب، جڑانوالہ	-	خبریں
25 مئی	افتخار احمد	مرد	24برس	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	محلّہ نواں ٹھٹھہ، منڈی شاہ جیونہ	-	جنگ
25 مئی	صابر	مرد	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	-	سیالکوٹ	-	نوائے وقت
25 مئی	عبدالشکور	مرد	50برس	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	نہر میں کود کر	سرائے عالمگیر	-	نوائے وقت
26 مئی	ثوبیہ	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بھلوکی، سرائے مغل	-	دنیا
26 مئی	کنیز بی بی	خاتون	24برس	-	-	زہرخورانی	صادق آباد	-	دنیا
26 مئی	ریاض	مرد	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	گاؤں ڈبلیو جی، وہاڑی	-	دنیا
26 مئی	بینا کولہی	خاتون	16برس	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	پھندا لگا کر	گوٹھ متاروساند، اسلام کوٹ، ضلع تھرپارکر	--	کاوش
26 مئی	جیو کولہی	مرد	20برس	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	پھندا لگا کر	گوٹھ متاروساند۔اسلام کوٹ ضلع تھرپارکر	--	کاوش
26 مئی	صبا کھوسو	خاتون	21برس	شادی شدہ	-	پھندا لگا کر	گوٹھ پھونگرائی۔ڈیپلو ضلع تھرپارکر	--	کاوش
26 مئی	سکینہ	بچی	12برس	---	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	میرپور بٹھورو، ضلع ٹھٹھہ	--	عوامی آواز
26 مئی	علی خان	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گلستان جوہر، کراچی	-	دنیا
26 مئی	شاہد رسول	مرد	19برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 346 گ ب، فیصل آباد	-	جنگ
26 مئی	نصرت پروین	خاتون	-	-	-	زہرخورانی	چنیوٹ	-	جنگ
26 مئی	کشور بی بی	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نیاز ٹاؤن	درج	خبریں ملتان
26 مئی	کنیز بی بی	خاتون	24برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد	-	خبریں ملتان
27 مئی	کشور	خاتون	19برس	-	-	زہرخورانی	ملتان	-	جنگ
27 مئی	غلام عباس	مرد	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	لاجپت روڈ، شاہدرہ	-	ایکسپریس
27 مئی	ثانیہ بی بی	خاتون	54برس	شادی شدہ	-	زہرخورانی	شفیق آباد، لاہور	-	نیوز

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
27مئی	ذوالفقار قریشی	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گجرخان	ـ	ڈان
27مئی	گلشن بی بی	خاتون	17برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شفیق آباد، لاہور	ـ	جنگ
27مئی	رمشہ	خاتون	17برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شادباغ، لاہور	ـ	جنگ
27مئی	ریحانہ	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں کوٹ بارے خان، گوجرانوالہ	ـ	جنگ
27مئی	ثمینہ	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جوہرآباد، جنگ	ـ	جنگ
27مئی	نذر علی	مرد	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پاکپتن	ـ	نوائے وقت
28مئی	ذوالفقار	مرد	54برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرخان	درج	جنگ
28مئی	محمد اکمل	مرد	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خان بیلہ لیاقت پور	درج	جنگ
28مئی	آسیہ بی بی	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مدینہ کالونی ٹیل واہ، بہاولپور	ـ	خواجہ اسداللہ
28مئی	بھیموں کولہی	مرد	18برس	---	بیماری سے دلبرداشتہ	پھندالگاکر	چمبڑ ضلع ٹنڈوالہیار	--	کاوش
28مئی	حماد اصغر	مرد	22برس	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	گاؤں پتواں، شاہکوٹ	ـ	دنیا
28مئی	ثمرہ بی بی	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مسجد کلے والا، پھولنگر	ـ	دنیا
28مئی	خدیجہ	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	حجرہ شاہ مقیم، اوکاڑہ	ـ	دنیا
28مئی	ستار	مرد	ـ	شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	گنج منڈی حسین آباد، نارووال	ـ	دنیا
28مئی	اکرم	مرد	20برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک335ج ب،فیصل آباد	ـ	نئی بات
28مئی	گلنار	خاتون	23برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک109رب،فیصل آباد	ـ	نئی بات
28مئی	لبنیٰ	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	پھنداڈال کر	کلیانوالا، تاندلیانوالا	ـ	نئی بات
28مئی	روبینہ	خاتون	18برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھنداڈال کر	کنجوانی	ـ	نئی بات
29مئی	نبیلہ	خاتون	40برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک203رب،فیصل آباد	ـ	نئی بات
29مئی	ثاقب	مرد	20برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اسلام کالونی، جوہرآباد	ـ	نئی بات
29مئی	سبھی	خاتون	ـ	شادی شدہ	ذہنی معذوری	کنوئیں میں کودکر	گوٹھ اکیلوں۔ چھاچھرو، ضلع تھرپارکر	--	کاوش
29مئی	منظور	مرد	35برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک535گ ب،فیصل آباد	ـ	نئی بات
29مئی	نفیسہ بی بی	خاتون	25برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شاہدرہ	ـ	نئی بات
29مئی	رضیہ	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	چھاچھرو، تھرپارکر	ـ	جنگ
29مئی	آمنہ بی بی	خاتون	15برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ـ	عابد کالونی، صادق آباد	ـ	جنگ
29مئی	صوفیہ بی بی	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بیگم کوٹ، شاہدرہ	ـ	ایکسپریس ٹریبون
29مئی	شگفتہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	ـ	ـ	ٹبہ سلطان پور	ـ	خبریں
29مئی	محمد فاروق	مرد	50برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	تیز دھارآلے سے	موضع وہیر، جوہرآباد	ـ	نئی بات
30مئی	عبدالرشید شر	بچہ	12برس	---	گھریلو جھگڑا	پھندالگاکر	گوٹھ کٹچاری پھلڈیوں، ضلع میرپورخاص	--	کاوش
30مئی	علی گل کنڈ	مرد	24برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین کے سامنے	گوٹھ غلام حیدر کنڈ ضلع لاڑکانہ	--	عوامی آواز
30مئی	سمیرا بی بی	خاتون	20برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی گنجی پل، قائم پور	ـ	خواجہ اسداللہ
30مئی	سعید احمد	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	دھنوٹ لودھراں	ـ	خبریں ملتان
31مئی	ہریا کولہی	خاتون	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ضلع ٹنڈومحمد خان	--	دنیا
31مئی	فہد	مرد	16برس	غیرشادی شدہ	ـ	زہرخورانی	محلہ قاضیاں، رحیم یارخان	ـ	دنیا
31مئی	تسلیم بی بی	خاتون	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ٹھٹھہ گھلواں، شجاع آباد	ـ	جنگ
31مئی	فہد حسین	مرد	16برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلہ قاضیاں، رحیم یارخان	ـ	خبریں ملتان
31مئی	مختار بی بی	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قائم پور، بہاولپور	ـ	خواجہ اسداللہ
یکم جون	نصرت بی بی	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی کھاکی پنجابی، شجاع آباد	ـ	خبریں ملتان

تاریخ	نام	جنس			وجہ	کیسے	مقام	الیف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/
کیم جون	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع عظیم بخش خان، چشتیاں	۔	خبریں ملتان
کیم جون	ظہیر احمد	مرد	۔	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع رکھ قادر عمر کوٹ	۔	خبریں ملتان
کیم جون	ارسلان بوٹا	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	کالا خطائی سٹیشن، فیروز والا	۔	نوائے وقت
کیم جون	تہمینہ نوندانی	خاتون	30برس	شادی شدہ	۔	پھندالگا کر	سنہر وشاخ۔ گمبٹ ضلع خیر پور	درج	کاوش
کیم جون	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	چشتیاں	۔	جنگ
کیم جون	عرفان عنایت	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	عثمان غنی چوک، فیصل آباد	۔	نیوز
کیم جون	غلام قادر	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 212 گ ب، فیصل آباد	۔	نیوز
2جون	پھولان کولہی	خاتون	۔۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالگا کر	گوٹھ پادی۔ اسلام کوٹ ضلع تھرپارکر	۔۔	کاوش
2جون	فوزیہ	خاتون	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	جھوک وینس، ملتان	۔	ایکسپریس
2جون	عثمان	مرد	16برس	۔	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	کبیروالا	۔	ایکسپریس
2جون	آسیہ	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شجاع آباد	۔	ایکسپریس
2جون	نسیم بی بی	خاتون	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلہ منظور آباد، راجہ رام	۔	خبریں ملتان
2جون	حمیرا بی بی	خاتون	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جمالین والی	۔	خبریں ملتان
2جون	یاسین	مرد	۔	شادی شدہ	بیوی کے قتل ہونے پر دلبرداشتہ	زہرخورانی	گاؤں 4 ایٹ اے آر محسن وال	۔	خبریں ملتان
2جون	عبدالرزاق	مرد	۔	شادہ شدہ	۔	خودکو گولی مار کر	دستگیر کالونی	۔	دنیا
2جون	۔	خاتون	20برس	۔	۔	دریا میں کود کر	غذر، گلگت بلتستان	۔	نیشن
2جون	۔	خاتون	18برس	۔	۔	دریا میں کود کر	غذر، گلگت بلتستان	۔	نیشن
2جون	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	زہرخورانی	وادی یاسین، غذر	۔	نیشن
2جون	اختر علی احمدانی	مرد	25برس	۔۔۔	گھریلو جھگڑا	پھندالگا کر	گوٹھ حاجی عبدالغفور احمدانی۔ پنگریو ضلع بدین	۔۔	عوامی آواز
3جون	محمد آصف	مرد	32برس	۔	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	قصور	۔	نئی بات
3جون	راج بی بی	خاتون	۔	۔	۔	زہرخورانی	پنڈی بھٹیاں	۔	جنگ
3جون	ن	خاتون	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	۔	نئی بات
3جون	عمران	مرد	32برس	۔	۔	زہرخورانی	کمیر	۔	نوائے وقت
4جون	وسومائی	خاتون	۔	۔	۔	۔	شجاع آباد	۔	خبریں ملتان
4جون	اظہر	مرد	۔	۔	۔	۔	جہانیاں	۔	خبریں ملتان
4جون	عزت بی بی	خاتون	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خان پور	۔	خبریں ملتان
4جون	عابد	مرد	۔	۔	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	جہانیاں	۔	جنگ
4جون	انیسہ بی بی	خاتون	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	۔	جنگ
4جون	رضی	مرد	55برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	حیدر آباد تھل	۔	جنگ
4جون	علیم	مرد	40برس	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مرزاں ورکاں، شیخوپورہ	۔	نئی بات
5جون	دلاور حسین	مرد	24برس	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد	۔	دنیا
5جون	فردوس بی بی	خاتون	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مٹولی ٹھٹھہ، شجاع آباد	۔	خبریں ملتان
5جون	عبدالمجید مندرانی	مرد	17برس	۔۔۔	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	گوٹھ غیبی خان مندرانی ضلع جیکب آباد	۔۔	کاوش
5جون	میمونہ	خاتون	17برس	غیر شادی شدہ	۔	۔	خانیوال	۔	خبریں ملتان
5جون	سمیرا بی بی	خاتون	۔	۔	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	پشاور	درج	ایکسپریس ٹریبون
6جون	طاہر	مرد	22برس	۔	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	بوسال مصور، گوجرہ	۔	نوائے وقت
6جون	کنزیٰ	خاتون	17برس	۔	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	بوسال، مصور، گوجرہ	۔	نوائے وقت
6جون	کاشف	مرد	۔	۔	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	ساہیوال	۔	نوائے وقت

تاریخ	نام		جنس		وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/
6جون	قیصر	مرد	۔	۔	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	جڑانوالا	۔	نوائے وقت
6جون	بشیر احمد	مرد	65برس	۔	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	مولیانیانوالی،قصور	درج	جنگ
6جون	تنویر	مرد	۔	۔	پسند کی شادی نہ ہونے پر	پھندا ڈال کر	چک 73/4، آر،فیصل آباد	۔	جنگ
6جون	سید قصائی	مرد	33برس	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	امین پور بنگلہ،فیصل آباد	۔	جنگ
6جون	ساجد	مرد	22برس	۔	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فاروق آباد،شیخوپورہ	۔	جنگ
6جون	ساجد	مرد	23برس	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	۔	جنگ
6جون	زاہد	مرد	33برس	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	غلام آباد،فیصل آباد	۔	جنگ
6جون	شہناز	خاتون	37برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	باواچوک،فیصل آباد	۔	خبریں
7جون	آمنہ شاہانی	خاتون	45برس	۔	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	سیہون،دادو	۔	ایکسپریس ٹریبون
7جون	روبی	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	زہرخورانی	عبدالمالک،شیخوپورہ	۔	نوائے وقت
7جون	ندیم	مرد	25برس	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	عبدالمالک،شیخوپورہ	۔	نوائے وقت
7جون	خالد عمران	خاتون	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سلطان کالونی مظفر گڑھ	درج	خبریں ملتان
7جون	رخسانہ شبیر	خاتون	36برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	میلسی	درج	خبریں ملتان
7جون	مصطفیٰ	مرد	15برس	غیر شادی شدہ	۔	پھندا ڈال کر	گاؤں 15 ایٹ بی آرمیاں چنوں	درج	خبریں ملتان
7جون	صفیہ	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع حاجی میر شاہ جمالی	۔	خبریں ملتان
8جون	عبیرحسین	مرد	19برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کودکر	چک 94 / ج ب،فیصل آباد	۔	جنگ
8جون	محمد الیاس	مرد	37برس	۔	غربت سے دلبرداشبہ	زہرخورانی	بیدیاں روڈ،لاہور	۔	جنگ
8جون	شاہد حسین	مرد	35برس	۔	ذہنی معذوری	نہر میں کودکر	محلّہ حاجی پورہ،وزیرآباد	۔	جنگ
8جون	افتخار	مرد	30برس	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سرائے عالمگیر	۔	جنگ
8جون	شہباز	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 122 رب،فیصل آباد	۔	خبریں
8جون	ذوالفقار	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رشید آباد،فیصل آباد	۔	خبریں
8جون	عبدالجبار	مرد	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد	۔	خبریں ملتان
9جون	طارق	مرد	۔	۔	مالی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	پرانا نارنگ روڈ،مریدکے	۔	خبریں
9جون	لکوبھیل	مرد	22برس	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	کنوئیں میں کودکر	گوٹھ الھداد۔ چھاچھرو ضلع تھرپاکر	--	کاوش
9جون	روبینہ	خاتون	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر	گوٹھ الھ بخش بلال۔ ہالا ضلع مٹیاری	--	کاوش
9جون	ہمدی کوہلی	خاتون	22برس	غیر شادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندا لگا کر	گوٹھ نور محمد دل ضلع میرپورخاص	--	کاوش
9جون	سکندر خاصخیلی	مرد	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	فردوس کالونی ضلع گوٹھ جمعوں خاصخیلی	--	کاوش
9جون	ارباب	مرد	24برس	---	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	گوٹھ اللہ ڈینو خاصخیلی۔کھپرو ضلع سانگھڑ	--	کاوش
9جون	ح	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	کنوئیں میں کودکر	گوٹھ بچو جوتھر۔ چھاچھرو، ضلع تھرپارکر	--	کاوش
9جون	کانجی	مرد	49برس	شادی شدہ	۔	پھندا لگا کر	گوٹھ نونتکانی۔راجوخانانی ضلع بدین	--	کاوش
9جون	بینظر لغاری	خاتون	28برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	گوٹھ مورو خان لغاری، ضلع ٹنڈو محمد خان	--	کاوش
9جون	اللہ دتہ	مرد	۔	۔	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	موضع دھول،شرقپور	۔	جنگ
10جون	سدرہ	خاتون	۔	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	نشتر کالونی،لاہو	۔	ایکسپریس ٹریبون
10جون	عادل محمود	۔	۔	۔	کاروبار میں نقصان ہونے پر	خودکو گولی مارکر	سگیاں چوک، فیروزوالا	۔	نوائے وقت
10جون	مشتاق احمد	مرد	۔	شادی شدہ	۔	تیز دھار آلے سے	پبلک کالونی،صادق آباد	۔	خبریں ملتان
10جون	جاوید	مرد	۔	۔	۔	۔	گھلواں علی پور	۔	خبریں ملتان
11جون	ص	خاتون	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع کوٹ،متا	۔	نئی بات
11جون	عبدالرشید	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خان پور	۔	جنگ ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
12جون	بینظیر راہموں	خاتون	28برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	ڈاھلی۔ چھاچھرو ضلع تھرپار	--	کاوش
12جون	گنگا	خاتون	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	گوٹھ ہالیپوٹو فارم۔کنری۔ سامارو ضلع عمرکوٹ	--	کاوش
12جون	ممتاز کھوسو	مرد	30برس	---	گھریلو جھگڑا	بندوق	گوٹھ ڈگھا کھوسو ضلع دادو	--	کاوش
12جون	عتیق	مرد	30برس	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	شمالی چھاؤنی، لاہور	-	نئی بات
12جون	عابدہ	خاتون	-	شادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	منڈی احمد آباد، اوکاڑہ	-	ایکسپریس
12جون	-	مرد	35برس	-	-	پھندا ڈال کر	ڈیفنس، کراچی	-	نیوز
12جون	بشارت	مرد	30برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 62۔ج ب، فیصل آباد	-	نوائے وقت
12جون	نائلہ	خاتون	23برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں کرتاپور، شاہکوٹ	-	نوائے وقت
12جون	صغریٰ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	زہرخورانی	شجاع آباد	-	خبریں
12جون	ظہور جمالی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	راجہ رام رسول پور	-	خبریں ملتان
12جون	شمیم مائی	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع درو دھڑواہن جلہ جیم	-	خبریں ملتان
13جون	صباء اشرف	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	چک 128 مراد، ڈیرانوالا	-	نئی بات
13جون	کوثر بی بی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	چک 237، ج ب، فیصل آباد	-	نئی بات
13جون	ندیم ڈواچ	مرد	--	---	-	پھندا لگا کر	گوٹھ آچر ڈواچ ضلع سجاول	--	کاوش
13جون	کرشن کوہلی	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	دیھہ 332 کوٹ غلام محمد ضلع میرپورخاص	--	کاوش
13جون	نازیہ لغاری	خاتون	22برس	شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	پھندا لگا کر	خاصخیلی پاڑہ ضلع میرپورخاص	--	عوامی آواز
13جون	-	خاتون	35برس	-	-	زہرخورانی	گاؤں 254۔ایل، رینالہ خورد، اوکاڑہ	-	نئی بات
13جون	محمد شعیب	مرد	24برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اکبری گیٹ، لاہور	-	ایکسپریس
13جون	پروین بی بی	خاتون	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سنی پل، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
13جون	ثمرین بشیر	خاتون	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	حشمت مرالی کبیروالا	-	خبریں ملتان
14جون	محمد سفیان	مرد	17برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	واڑہ بہلولیاں، مانانوالہ	-	دنیا
14جون	نبیلہ	خاتون	-	-	ذہنی معذوری	پھندا ڈال کر	عطا ٹاؤن، چوہنگ، لاہور	-	جنگ
14جون	شیراز	مرد	16برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شاہ کالونی، شیخوپورہ	-	جنگ
14جون	شہباز	مرد	-	شادی شدہ	-	ٹرین تلے کود کر	گاؤں 11/12۔1، چیچہ وطنی	-	جنگ
14جون	گلفام	مرد	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گاؤں نواں پنڈ، قلعہ دیدار سنگھ، گوجرانوالہ	-	دنیا
14جون	-	مرد	-	-	-	ٹرین تلے کود کر	منڈیالہ روڈ ریلوے پھاٹک، کامونکی	-	نوائے وقت
14جون	شگفتہ بی بی	خاتون	-	-	-	زہرخورانی	شورکوٹ	-	نوائے وقت
14جون	انیتا کوہلی	خاتون	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زھرخورانی	گوٹھ میر جان محمد تالپر ضلع	--	کاوش
14جون	رضوانہ میمن	خاتون	32برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	کاہی روڈ ضلع حیدرآباد	--	کاوش
14جون	تارو میگھواڑ	بچہ	12برس	---	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	دیھہ 336۔کوٹ غلام محمد ضلع میرپورخاص	--	کاوش
14جون	ساجد	مرد	40برس	-	-	خود کو گولی مار کر	شاہ پور صدر	-	نوائے وقت
14جون	پنہاد	خاتون	23برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخوانی	بستی پاور لوم سمندری	-	خبریں
15جون	فاطمہ بی بی	خاتون	26برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خان پور	-	خبریں ملتان
15جون	فرید کوڑ	مرد	26برس	--	-	پھندا لگا کر	گوٹھ مینھن ڈنوکوڑ۔ جاتی ضلع دادو	--	کاوش
15جون	عاصمہ	خاتون	15برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	مصری بانڈہ، نوشہرہ	-	دنیا
15جون	عرفان	مرد	18برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں کوٹ باقر، ننکانہ	-	نوائے وقت
15جون	-	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جلال پور جٹاں، گجرات	-	نوائے وقت
15جون	فاروق	مرد	-	-	ذہنی معذوری	خود کو گولی مار کر	موضع بھٹیاں، ساہوکا	-	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس			وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے /HRCP کارکن
15جون	رضیہ عمران	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ستیانہ روڈ، فیصل آباد	ـ	دی نیوز
15جون	بابر محمود	مرد	22برس	ـ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	پھندا ڈال کر	چک 331 جی بی ماسٹر کالونی، ملتان	ـ	دنیا
15جون	فاطمہ	خاتون	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	خان پور، رحیم یارخان	ـ	دنیا
15جون	ثمرین	خاتون	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	کبیروالا	ـ	دنیا
15جون	شاکر	مرد	ـ	ـ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	چک 11-11، ایل، ساہیوال	ـ	دنیا
15جون	محمد ریاض	مرد	31برس	ـ	غربت سے دلبرداشت ہوکر	زہرخورانی	چک 00-12، ایل	ـ	دنیا
15جون	مولاداد	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	بستی روہڑی وہوا	ـ	خبریں ملتان
16جون	فرح	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پھولنگر، قصور	ـ	نئی بات
16جون	احسن راجہ	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	حجرہ شاہ مقیم، اوکاڑہ	ـ	نوائے وقت
16جون	وسیم	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک جھمرہ، فیصل آباد	ـ	دی نیوز
16جون	مظہر شاہ	مرد	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع کوٹ شاہ، راجن پور	ـ	دنیا
16جون	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلہ رحمانیہ، میاں چنوں	ـ	دنیا
16جون	فرحان	مرد	25برس	ـ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	سکھانی والا، فاضل پور	ـ	خبریں
16جون	مرواں کولہی	خاتون	20برس	شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	پھندا لگا کر	گوٹھ کولہی ڈانی۔ڈیپلو ضلع تھرپارکر	ــ	کاوش
16جون	میرزادی مہر	مرد	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	گوٹھ محبّ شاہ۔صالح پٹ ضلع خیرپور	ــ	کاوش
16جون	روشن علی لاکانو	مرد	45برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	ٹیلی گراف کالونی ۔کوٹری ضلع جام شورو	ــ	عوامی آواز
16جون	ہریان	خاتون	ــ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	ڈیپلو ضلع تھرپارکر	ــ	کاوش
17جون	فیصل	مرد	22برس	ـ	تنخواہ نہ ملنے پر دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	ٹنچ بھاٹہ، راولپنڈی	ـ	خبریں
17جون	زین الحق	مرد	ـ	شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	کمالیہ	ـ	ڈان
17جون	یاسمین بی بی	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع قبول فتانی چشتیاں	ـ	خبریں ملتان
17جون	مظہر حسین شاہ	مرد	ـ	شادی شدہ	ـ	ـ	شاہ جمال	ـ	خبریں ملتان
17جون	عماداللہ	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک P94، رحیم یارخان	ـ	جنگ ملتان
18جون	ندیم	مرد	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	کوٹھہ پیرکوٹ، ہری پور	ـ	نوائے وقت
18جون	ارشاد خاتون	خاتون	25برس	ـ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	موہن جودڑو ضلع لاڑکانہ	ــ	کاوش
18جون	سکینہ شر	خاتون	ــ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ بھیروٹہ۔ڈہرکی ضلع گھوٹکی	ــ	کاوش

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس			وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے /HRCP کارکن
23مئی	سعید احمد خان	ـ	ـ	ـ	ـ	تیز دھار آلے سے	ملتان	درج	ایکسپریس ٹریبون
23مئی	ـ	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	چھت سے کود کر	ملتان	ـ	نوائے وقت
24مئی	ثمینہ	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	خانقاہ شریف، بہاولپور	ـ	نوائے وقت
24مئی	ن	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلّہ احمد پور، چنیوٹ	ـ	خبریں
26مئی	طاہرہ بی بی	خاتون	17برس	ـ	ـ	ـ	نور محمد کالونی، رحیم یارخان	ـ	خواجہ اسداللہ
26مئی	ثمینہ بی بی	خاتون	15برس	ـ	ـ	ـ	محمد پور، رحیم یارخان	ـ	خواجہ اسداللہ
26مئی	نجمہ بی بی	خاتون	20برس	ـ	ـ	ـ	خان پور، رحیم یارخان	ـ	خواجہ اسداللہ
26مئی	ذکیہ بی بی	خاتون	21برس	ـ	ـ	ـ	نورے والی لیاقت پور، رحیم یارخان	ـ	خواجہ اسداللہ

تاریخ	نام	جنس			وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج نہیں	اطلاع دینے والے / HRCP کارکن
26مئی	ثمینہ نیاز	خاتون	35برس	شادی شدہ	-	-	جدہ ٹاؤن، رحیم یار خان	-	خواجہ اسداللہ
26مئی	شاہد علی	مرد	20برس	-	-	-	خان پور، رحیم یار خان	-	خواجہ اسداللہ
26مئی	صدیق	مرد	22برس	-	-	-	چک پی95، رحیم یار خان	-	خواجہ اسداللہ
26مئی	طاہر	مرد	27برس	-	-	-	ترنڈہ سوائے محمد خان، رحیم یار خان	-	خواجہ اسداللہ
26مئی	عبدالحمید	مرد	35برس	-	-	-	وائرلیس پل، رحیم یار خان		خواجہ اسداللہ
26مئی	محمد عمر جبیر	مرد	--	---	گھریلو پریشانی	بندوق	وگن ضلع لاڑکانہ	--	کاوش
26مئی	نوشاد شیدی	مرد	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	گوٹھ رمضان شیدی، سامارو ضلع عمرکوٹ	--	کاوش
26مئی	ثمینہ بی بی	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شجاع آباد	-	نئی بات
26مئی	الف	خاتون	16برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	حبیب پورہ، کامونکی	-	خبریں
27مئی	ک	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	-	نئی بات
27مئی	پھیمپر و بھیل	مرد	22برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخوانی	چیمہ فارم۔ سامارو ضلع کندھ کوٹ	--	کاوش
27مئی	اقراء بی بی	خاتون	18برس	-	گھریلو جھگڑا	-	وائرلیس پل، رحیم یار خان	-	خواجہ اسداللہ
27مئی	ارم بی بی	خاتون	17برس	-	-	-	ترنڈہ سوائے محمد خان، رحیم یار خان	-	خواجہ اسداللہ
27مئی	ایمان بی بی	خاتون	25برس	-	-	-	چک پی166، رحیم یار خان	-	خواجہ اسداللہ
27مئی	شان حسین	مرد	21برس	-	-	-	جام شورو	-	خواجہ اسداللہ
27مئی	عبدالنصیر خان	مرد	52برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	کمسن بھٹہ، رحیم یار خان	-	خواجہ اسداللہ
28مئی	زبیدہ	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو پریشانی	زہر خورانی	کامل خان جمالی۔ ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ	--	عوامی آواز
29مئی	م	خاتون	17برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں صالح پور، کامونکی	-	خبریں
30مئی	سلمیٰ بی بی	خاتون	25برس	شادی شدہ	-	-	صادق آباد	-	خبریں ملتان
30مئی	اللہ جیوایا	مرد	30برس	شادی شدہ	-	-	ڈہرکی	-	خبریں ملتان
30مئی	اقراء بی بی	خاتون	22برس	شادی شدہ	-	-	آباد پور، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
30مئی	ڈاکٹر راشد لغار	مرد	-	شادی شدہ	-	-	موضع بیٹ قائم شاہ، جھوک اترا	-	خبریں ملتان
31مئی	اسلم کنڈ	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	ٹرین سے کود کر	گوٹھ غلام حیدر کنڈ ضلع لاڑکانہ	--	کاوش
31مئی	س	خاتون	-	-	-	-	جاکے چچھ ڈسکہ	-	نئی بات
31مئی	س	خاتون	-	-	-	زہرخورانی	موضع بھاڈے چک، ڈسکہ	-	نئی بات
31مئی	عدیل	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	-	نئی بات
31مئی	عمران	مرد	13برس	غیر شادی شدہ	-	زہرخورانی	نزد ابن سینا ہسپتال ملتان	-	جنگ
31مئی	گلزیب	مرد	22برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخوارنی	پاک گیٹ، ملتان	-	جنگ
یکم جون	نبیلہ بی بی	خاتون	16برس	غیر شادی شدہ	-	-	امان گڑھ، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
یکم جون	عاصمہ بی بی	خاتون	24برس	شادی شدہ	-	-	ترنڈہ سوائے خان، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
یکم جون	صدیق	مرد	18برس	غیر شادی شدہ	-	-	رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
یکم جون	عتیق احمد	مرد	50برس	شادی شدہ	-	-	چک40پی، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
یکم جون	عظیماں	خاتون	18برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مبارک کالونی۔ ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش
یکم جون	مہناز سولنگی	خاتون	--	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ پیرل۔ سامارو ضلع عمرکوٹ	--	کاوش
یکم جون	سونیہ	خاتون	-	-	-	-	خیابان کالونی، فیصل آباد	-	نیوز

تاریخ	نام	جنس			وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/
کیم جون	نفیسہ	خاتون	-	-	-	-	مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد	-	نیوز
کیم جون	فرید	خاتون	-	-	-	-	مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد	-	نیوز
2جون	تسمینہ	خاتون	16برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	ضلع لاڑکانہ	--	کاوش
2جون	رشید مندارنی	مرد	--	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مار کر	گوٹھ دالداد، دوداپور	--	عوامی آواز
3جون	صوفیہ بی بی	خاتون	15برس	غیر شادی شدہ	-	-	حسن کالونی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
3جون	امینہ بی بی	خاتون	21برس	-	-	-	چک72 این پی، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
3جون	شہزاد احمد	مرد	19برس	غیر شادی شدہ	-	-	گڈو، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
3جون	ظفر علی	مرد	23برس	شادی شدہ	-	-	اوباڑو، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
3جون	طارق	مرد	25برس	شادی شدہ	-	-	حاجی محمد کالونی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
3جون	منظور مائی	خاتون	-	شادی شدہ	-	-	موضع احسان پور، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
3جون	حبیب	مرد	30برس	-	-	زہرخورانی	پنڈی بھٹیاں	-	جنگ
3جون	نعیم قریشی	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نوں گوٹھ۔رادن ضلع دادو	--	کاوش
3جون	یامت برڑو	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ٹھل ضلع جیکب آباد	--	کاوش
4جون	سعیدہ بی بی	خاتون	30برس	-	گھریلو جھگڑا	-	راجن پور، کلاں	-	جنگ
4جون	زرینہ	خاتون	20برس	-	گھریلو جھگڑا	-	احمد پور لمہ، صادق آباد	-	جنگ
4جون	زاہدہ	خاتون	15برس	-	گھریلو جھگڑا	-	فتح کمال پور	-	جنگ
4جون	کرہستی کوہلی	مرد	22برس	--	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ خانصاحب۔ساماروضلع عمرکوٹ	--	کاوش
4جون	ہیرو کوہلی	خاتون	18برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سامارو روڈضلع عمرکوٹ	--	کاوش
4جون	محمد عرفان	مرد	25برس	-	گھریلو جھگڑا	-	کوٹ عبداللہ	-	جنگ
4جون	بابر شاہ	مرد	30برس	-	گھریلو جھگڑا	-	نورے والی	-	جنگ
4جون	عبدالغفور	مرد	65برس	-	گھریلو جھگڑا	-	چک46بی، فیصل آباد	-	جنگ
5جون	رضوانہ بی بی	خاتون	13برس	-	-	-	خان پور، رحیم یارخان	-	جنگ
5جون	شمائلہ	خاتون	13برس	-	-	-	خان بیلہ، رحیم یارخان	-	جنگ
5جون	پروین بی بی	خاتون	22برس	-	-	-	لعل گڑھ، رحیم یارخان	-	جنگ
5جون	جگن خان	مرد	17برس	-	-	-	گھوٹکی	-	دنیا
5جون	ملائیکہ	خاتون	17برس	-	-	-	گھوٹکی	-	دنیا
5جون	ساجد	مرد	23برس	-	-	-	گھوٹکی	-	دنیا
5جون	عاصمہ	خاتون	25برس	-	-	-	گھوٹکی	-	دنیا
5جون	ریحانہ	خاتون	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو پریشانی	زہرخورانی	گوٹھ احمد خان خاصخیلی۔ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش
5جون	نمانی	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو تشدد	کالا پتھر	ضلع نواب شاہ	--	کاوش
5جون	چیتن کوہلی	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ اسماعیل جنجی۔ساماروضلع عمرکوٹ	--	کاوش
5جون	پارس	خاتون	--	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	دیہہ 325۔ساماروضلع عمرکوٹ	--	کاوش
5جون	مسمات مٹھی	خاتون	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ لونگ فقیر ضلع خیرپور	--	کاوش
5جون	علی رضا	مرد	22برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ضلع خیرپور	--	کاوش
5جون	رضوانہ	خاتون	16برس	---	گھریلو جھگڑا	پھنداڈال کر	ضلع خیرپور	--	کاوش

تاریخ	نام	جنس			وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/
5جون	شہزادی چانڈیو	خاتون	--	---	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	مورو ضلع نوشہرو فیروز	--	کاوش
5جون	غلام حسین	مرد	23برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 229رب،فیصل آباد	-	خبریں
6جون	حسیب	مرد	-	-	-	-	الائیڈ ہسپتال،فیصل آباد	-	خبریں
7جون	خالد عمران	خاتون	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	سلطان کالونی مظفر گڑھ	درج	خبریں ملتان
7جون	رخسانہ شبیر	خاتون	36برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	میلسی	درج	خبریں ملتان
7جون	عمران	مرد	30برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 62رب،فیصل آباد	-	خبریں
7جون	ثناءاللہ بھٹو	مرد	--	---	تنخواہ نہ ملنے کیوجہ	خودسوزی	پنوعاقل ضلع سکھر	--	کاوش
7جون	نیاز بانو	خاتون	17برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ وریام سولنگی۔چمبڑ ضلع ٹنڈو اللہ یار	--	عوامی آواز
8جون	صابر علی	مرد	18برس	---	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ گل محمد جامڑو۔رانی پور ضلع خیر پور	--	کاوش
8جون	انوار بی بی	خاتون	23برس	شادی شدہ	-	-	جناح کالونی،رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
8جون	کاشف علی	مرد	18برس	غیر شادی شدہ	-	-	نصیر آباد،رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
8جون	رضوان علی	مرد	22برس	غیر شادی شدہ	-	-	سنی پل،رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
8جون	ثقلین	مرد	27برس	شادی شدہ	-	-	خان پور،رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
8جون	سجاد احمد	مرد	30برس	شادی شدہ	-	-	بستی غریب شاہ،رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
9جون	نجمہ اسلم	خاتون	66برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	جیلانی پورہ،فیصل آباد	-	خبریں
9جون	ثمینہ	خاتون	18برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	سکنہ 216رب،فیصل آباد	-	خبریں
9جون	معظم	مرد	14برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	سرسید ٹاؤن،فیصل آباد	-	خبریں
9جون	منور	مرد	18برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 239 گ ب،فیصل آباد	-	خبریں
9جون	رابعہ	خاتون	18برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	نور پور،فیصل آباد	-	خبریں
9جون	پروین	خاتون	30برس	شادی شدہ	گھریلو پریشانی	نشہ آور گولیاں	مبارک کالونی۔ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش
9جون	سعید احمد چانڈیو	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	بندوق	گوٹھ عبداللہ چانڈیو ضلع قمبر	--	کاوش
9جون	مٹھل ملاح	مرد	18برس	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	جی۔او۔آر کالونی ضلع حیدر آباد	--	کاوش
9جون	شکیل	مرد	35برس	--	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	قاسم آباد ضلع حیدر آباد	--	کاوش
9جون	ناہید سولنگی	خاتون	--	---	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ الہداد۔ٹھری میرواہ ضلع خیر پور	--	کاوش
9جون	سکینہ چانڈیو	خاتون	--	---	بیماری سے دلبرداشتہ	نہر میں کود کر	کوٹری ضلع جامشورو	--	کاوش
9جون	ممتاز	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	صادق پور،چشتیاں	-	خبریں ملتان
10جون	نجمہ بی بی	خاتون	15برس	غیر شادی شدہ	-	-	تھلی چوک،رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
10جون	ہیمراج	مرد	--	---	-	زہر خورانی	رام جا گو۔سامارو ضلع عمر کوٹ	--	کاوش
10جون	گلزار علی چنہ	مرد	30برس	---	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	گوٹھ پنجھا۔بھان سعید آباد ضلع دادو	--	کاوش
10جون	شہباز احمد	مرد	16برس	غیر شادی شدہ	-	-	ڈگائمن،رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
10جون	بابر علی	مرد	16برس	غیر شادی شدہ	-	-	کوٹ سمابہ،رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
10جون	شریف الدین	مرد	23برس	شادی شدہ	-	-	کشمور،سندھ	-	خبریں ملتان
10جون	نصرت بی بی	خاتون	-	شادی شدہ	-	-	مئو مبارک،رحیم یار خان	-	جنگ ملتان
10جون	عابدہ پروین	خاتون	23برس	شادی شدہ	-	-	بستی بندور،رحیم یار خان	-	جنگ ملتان
10جون	خالد	مرد	28برس	شادی شدہ	-	-	بستی امانت علی،رحیم یار خان	-	جنگ ملتان

تاریخ	نام	جنس			وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج نہیں	اطلاع دینے والے / HRCP کارکن
10جون	ساجد علی	مرد	20برس	غیر شادی شدہ	ـ	ـ	ترنڈہ سوائے خان، رحیم یار خان	ـ	خبریں ملتان
12جون	ناہیدہ بی بی	خاتون	17برس	شادی شدہ	ـ	ـ	ـ	ـ	خبریں ملتان
12جون	زاہدہ مائی	خاتون	23برس	شادی شدہ	ـ	ـ	میر پور ماتھیلو، سندھ	ـ	خبریں ملتان
12جون	رابیل مائی	خاتون	20برس	غیر شادی شدہ	ـ	ـ	فتح پور قریشیاں، رحیم یار خان	ـ	خبریں ملتان
12جون	خورشید بی بی	خاتون	35برس	شادی شدہ	ـ	ـ	رکن پور، رحیم یار خان	ـ	خبریں ملتان
12جون	سلیم	مرد	35برس	شادی شدہ	ـ	ـ	بھودی پور ماچھیاں، رحیم یار خان	ـ	خبریں ملتان
12جون	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گاؤں ملکے	ـ	نوائے وقت
12جون	عادل	مرد	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گاؤں کرتار پور، شاہکوٹ	ـ	نوائے وقت
13جون	عاصمہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 95 فتح، چشتیاں	ـ	خبریں ملتان
13جون	احمد بخش	مرد	40برس	شادی شدہ	ـ	ـ	کوٹ ٹلو خان، رحیم یار خان	ـ	خبریں ملتان
13جون	وزیر احمد	مرد	45برس	شادی شدہ	ـ	ـ	چک پی 86، رحیم یار خان	ـ	خبریں ملتان
13جون	ٹنو	مرد	50برس	شادی شدہ	ـ	ـ	چک 123 پی، رحیم یار خان	ـ	خبریں ملتان
13جون	ہاشم علی	مرد	50برس	شادی شدہ	ـ	ـ	چک 123 پی، رحیم یار خان	ـ	خبریں ملتان
14جون	درخشاں	خاتون	ـ	ـ	امتحان میں نقل کرتے ہوئے پکڑے جانے پر	تیز دھار آلے سے	گوجرانوالا	ـ	نوائے وقت
14جون	نسیم	مرد	ـ	ـ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	ڈسکہ	ـ	نئی بات
14جون	شہزاد احمد	مرد	ـ	ـ	ذہنی معذوری	ٹرین تلے کود کر	فتووالی، بہاولپور	ـ	دی نیوز
15جون	شکیل احمد	مرد	30برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گاؤں نظام پورہ، ننکانہ	ـ	نوائے وقت
15جون	احسان علی	بچہ	16برس	---	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ سیتاری۔ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش
15جون	غلام قادر	مرد	--	---	گھریلو پریشانی	زہر خورانی	گوٹھ چھبین پتھر۔بیرانی ضلع سانگھڑ	--	کاوش
15جون	مسمات ریشماں	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	گوٹھ مصری ضلع خیرپور	--	کاوش
15جون	سائرہ گاہو	خاتون	35برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کنب ضلع خیرپور	--	کاوش
15جون	بشریٰ	خاتون	25برس	غیر شادی شدہ	ـ	ـ	شاہ فیصل کالونی، رحیم یار خان	ـ	خبریں ملتان
15جون	جمیلہ	خاتون	22برس	شادی شدہ	ـ	ـ	جمال نگر، رحیم یار خان	ـ	خبریں ملتان
15جون	رخسانہ	خاتون	20برس	شادی شدہ	ـ	ـ	ظفر آباد، رحیم یار خان	ـ	خبریں ملتان
16جون	نور محمد ویسر	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	ٹھری میرواہ ضلع خیرپور	--	کاوش
16جون	کوثر بی بی	خاتون	ـ	ـ	ـ	زہر خورانی	غازی آباد، فیصل آباد	ـ	دی نیوز
17جون	سعدیہ بی بی	خاتون	ـ	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	کنویں میں کود کر	حضرو، اٹک	ـ	نئی بات
17جون	بشیر چھتو	مرد	--	---	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	گوٹھ اچھی مسجد۔شہداد پور ضلع سانگھڑ	--	کاوش
17جون	دلاور مری	مرد	--	---	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	گوٹھ شیر لغاری۔شہداد پور ضلع سانگھڑ	--	کاوش
18جون	س	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ شیر لغاری، شہداد پور، ضلع سانگھڑ	ـ	کاوش
18جون	رضا علی	مرد	18برس	غیر شادی شدہ	ـ	ـ	باغ و بہار، رحیم یار خان	ـ	جنگ ملتان
18جون	ہارون	مرد	16برس	غیر شادی شدہ	ـ	ـ	ابوظہبی کالونی، رحیم یار خان	ـ	جنگ ملتان
18جون	غلام فرید	مرد	45برس	شادی شدہ	ـ	ـ	جمالدین والی، رحیم یار خان	ـ	جنگ ملتان

کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ''جہد حق'' کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 26 مئی سے 24 جون تک 17 افراد پر کارو کاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ جن میں 10 خواتین اور 7 مرد شامل ہیں۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ خاتون/مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اور وجہ	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26 مئی	گل خاتون	خاتون	--	شادی شدہ	ایوب اور نجو کوش	بندوق	رشتہ دار	گوٹھ حاجی خان شر ضلع کشمور	ـ	درج	ـ	کاوش
3 جون	کرمن لنڈ	مرد	--	شادی شدہ	قبول کوری، گلو اور ایک نامعلوم	بندوق	رشتہ دار	گوٹھ جلال الدین لنڈ۔ ڈہرکی ضلع گھوٹکی	ـ	درج	گرفتار	کاوش
4 جون	سویرا	خاتون	18 برس	غیر شادی شدہ	امید وملاح	بندوق	والد	طالب المولیٰ کالونی۔ ضلع ٹنڈو اللہ یار		درج	گرفتار	کاوش
4 جون	پروین راجپوت	خاتون	--	شادی شدہ	غلام محمد راجپوت	بندوق	دیور	وارڈ نمبر 6۔ باندھی ضلع نواب شاہ	ـ	درج	گرفتار	کاوش
4 جون	محمد بخش جمالی	مرد	--	شادی شدہ	غلام محمد راجپوت	بندوق	اہل علاقہ	وارڈ نمبر 6۔ باندھی ضلع نواب شاہ	ـ	درج	گرفتار	کاوش
6 جون	گنج خاتون	خاتون	--	شادی شدہ	عبدالرحیم، درویش بروہی	بندوق	شوہر	گوٹھ لقمان بروہی ضلع سجاول	ـ	درج	گرفتار	عوامی آواز
6 جون	یاسین بروہی	مرد	--	---	عبدالرحیم، درویش بروہی	بندوق	اہل علاقہ	گوٹھ لقمان بروہی ضلع سجاول	ـ	درج	گرفتار	عوامی آواز
11 جون	ر	خاتون	--	شادی شدہ	اہل علاقہ	بندوق	اہل علاقہ	گوٹھ اکبر ساوند ضلع کشمور	ـ	درج	ـ	کاوش
11 جون	غلام عباس ساوند	مرد	--	شادی شدہ	اہل علاقہ	بندوق	اہل علاقہ	گوٹھ اکبر ساوند ضلع کشمور	ـ	درج	ـ	کاوش
13 جون	سکندر جتوئی	مرد	--	---	اہل علاقہ	بندوق	اہل علاقہ	پاگرجی بیلی ضلع سکھر	ـ	درج	ـ	کاوش
16 جون	کونجان سومرو	خاتون	--	غیر شادی شدہ	جانو سومرو	پھندا لگا کر	بھائی	گوٹھ پھتر ضلع جیکب آباد	ـ	درج	ـ	کاوش
19 جون	صوبل لکرانی	مرد	30 برس	شادی شدہ	دریا خان جاگیرانی	بندوق	اہل علاقہ	گوٹھ چیتن شاہ۔ کنگری ضلع خیرپور	ـ	درج	ـ	عوامی آواز
22 جون	سائمہ بروہی	خاتون	25 برس	شادی شدہ	شاہ محمد بروہی	بندوق	والد	گوٹھ جان محمد بروہی۔ سکرنڈ ضلع نواب شاہ	ـ	درج	ـ	کاوش
23 جون	صاحب خاتون	خاتون	24 برس	شادی شدہ	اعجاز کھوسو	بندوق	شوہر	دولت پور صفن ضلع نواب شاہ	ـ	درج	ـ	کاوش
24 جون	شہزادی شر	خاتون	30 برس	شادی شدہ	طالب شر	بندوق	شوہر	گوٹھ چھٹو شر۔ پھلاڈیوں ضلع میرپورخاص	ـ	درج	ـ	کاوش
24 جون	ریاض حسین کھوسو	مرد	30 برس	شادی شدہ	فرمان خروس	بندوق	اہل علاقہ	گڑھی یاسین ضلع شکارپور	ـ	درج	ـ	کاوش
24 جون	بشیران خروس	خاتون	--	شادی شدہ	فرمان خروس	بندوق	شوہر	گڑھی یاسین ضلع شکارپور	ـ	درج	ـ	کاوش

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 23 مئی سے 20 جون تک 99 افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں 70 خواتین شامل ہیں۔ 26 واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور 7 واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ خاتون/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
23 مئی	فیضان	بچہ	7 برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	ماہنیانوالا ضلع صفدر آباد	درج	-	نوائے وقت
23 مئی	ر	خاتون	-	-	عاقب، رضوان، جنید	-	کالر، لاہور	-	-	نوائے وقت
23 مئی	-	خاتون	13 برس	غیر شادی شدہ	-	-	گاؤں سوڈی والا، شاہ کوٹ	-	-	نوائے وقت
23 مئی	ن ب	خاتون	-	-	-	-	فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
23 مئی	ف ش	خاتون	-	-	صدی احمد	-	چک 544 گ ب، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
23 مئی	سمیع اللہ	بچہ	6 برس	غیر شادی شدہ	جاوید	-	جھنگ	-	-	نوائے وقت
23 مئی	ر ب	خاتون	-	-	عظیم، پانچ نامعلوم	-	ڈسکہ	-	-	نوائے وقت
23 مئی	س پ	خاتون	-	شادی شدہ	فضل عباس	-	کسووال	-	-	نوائے وقت
23 مئی	ک	خاتون	-	شادی شدہ	اویس ملک	-	شاہدرہ	درج	-	دنیا
23 مئی	شاہ زیب	بچہ	13 برس	غیر شادی شدہ	زید	-	مناواں، لاہور	-	-	جنگ
23 مئی	ر	خاتون	-	شادی شدہ	بشیر	-	رحمان سٹی، لاہور	-	-	جنگ
24 مئی	س	خاتون	-	-	اسد، متین، ایک نامعلوم	-	ذوالفقار کالونی، فیصل آباد	-	-	جنگ
24 مئی	عبدالرحمان	بچہ	12 برس	غیر شادی شدہ	تنویر، وسیم	-	ملت ٹاؤن، فیصل آباد	درج	-	جنگ
25 مئی	ظ	خاتون	15 برس	غیر شادی شدہ	حفیظ، ستار	-	حاجی پارک، قصور	-	-	نوائے وقت
25 مئی	ن	خاتون	-	شادی شدہ	ارشد	-	تالاب والا، چونیاں	-	-	نوائے وقت
25 مئی	ل	خاتون	-	-	سلطان، دو نامعلوم	-	شاہ کوٹ	-	-	نوائے وقت
25 مئی	گ	خاتون	-	-	زاہد	-	رضا آباد، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
25 مئی	ف	خاتون	-	-	ناصر اقبال	-	رضا آباد، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
25 مئی	ف	خاتون	-	-	اویس، ایک نامعلوم	-	پیپلز کالونی، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
25 مئی	ص	خاتون	-	شادی شدہ	شیر علی	-	منڈی شاہ جیونہ	-	-	نوائے وقت
25 مئی	ک	بچی	13 برس	غیر شادی شدہ	تین نامعلوم	-	تاندلیانوالا، فیصل آباد	درج	-	خبریں
26 مئی	ش	خاتون	17 برس	غیر شادی شدہ	فقیر حسین	-	چک 121/ ج ب، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
28 مئی	ز ب	خاتون	-	-	-	رشتہ دار	اوکاڑہ	-	-	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ خاتون/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
28 مئی	ز	خاتون	۔	شادی شدہ	مشتاق احمد	۔	گاؤں گلشن حبیب اللہ، شیر گڑھ	۔	۔	نوائے وقت
29 مئی	ص	خاتون	۔	۔	عمران	۔	ملت ٹاؤن، فیصل آباد	۔	۔	نوائے وقت
29 مئی	غ	خاتون	۔	۔	۔	۔	مرید کے	درج	۔	جنگ
29 مئی	ب	خاتون	خاتون	غیر شادی شدہ	شہباز دستی	اہل علاقہ	جونگ کالونی۔ ڈہرکی ضلع گھوٹکی	درج	۔	عوامی آواز
29 مئی	الف	بچی	10 برس	---	عبدالمجید آرائیں	اہل علاقہ	ڈگری ضلع میرپورخاص	درج	گرفتار	کاوش
29 مئی	ت	بچی	12 برس	---	لطیف نوحانی اور آصف راجپوت	اہل علاقہ	کان ضلع میرپورخاص	درج	گرفتار	عوامی آواز
30 مئی	م ب	۔	۔	۔	خان رمضان، پانچ نامعلوم	۔	موضع کھیوہ، جھنگ	۔	۔	نوائے وقت
یکم جون	ن ب	خاتون	25 برس	۔	نواز، سیف، بوٹا، آصف	۔	مچھروالی، شاہ کوٹ	درج	۔	نوائے وقت
یکم جون	نبیل	بچہ	8 برس	۔	ارسلان، محمد یار	اہل علاقہ	چک 42۔آر بی مڑر، ننکانہ صاحب	۔	۔	نوائے وقت
2 جون	۔	خاتون	۔	۔	ماجد	رشتہ دار	پاکپتن	۔	۔	نیوز
4 جون	ن	خاتون	40 برس	۔	لیاقت	۔	چک 119 بھلیر، سانگلہ ہل	۔	۔	نوائے وقت
4 جون	کاظم	بچہ	14 برس	غیر شادی شدہ	شہباز، دونامعلوم	۔	رینالہ خورد	۔	۔	نوائے وقت
4 جون	ن ب	خاتون	۔	۔	حسن شاہ	۔	ہڑپہ	۔	۔	نوائے وقت
4 جون	ر	خاتون	۔	۔	اعجاز	۔	پاکپتن	۔	۔	نوائے وقت
4 جون	ن	خاتون	۔	۔	اشرف	رشتہ دار	ستراہ، سیالکوٹ	۔	۔	نوائے وقت
4 جون	ثاقب	بچہ	8 برس	غیر شادی شدہ	چاند	اہل علاقہ	ستراہ، سیالکوٹ	۔	۔	نوائے وقت
4 جون	۔	خاتون	۔	۔	ماجد	رشتہ دار	پاکپتن	۔	۔	نیوز
5 جون	ارسلان	بچہ	8 برس	غیر شادی شدہ	عادل	اہل علاقہ	گاؤں ٹبی ٹیبو، سیدوالا۔	درج	۔	خبریں
5 جون	م	بچہ	11 برس	غیر شادی شدہ	فضل حق	اہل علاقہ	چک 33۔ای بی، پاکپتن	۔	۔	نوائے وقت
5 جون	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	صابر، دونامعلوم	۔	گاؤں ماچھی سنگھ، پاکپتن	۔	۔	نوائے وقت
6 جون	ث	بچی	10 برس	غیر شادی شدہ	۔	۔	چک 96۔6 آر، ساہیوال	درج	۔	ایکسپریس
6 جون	م	بچی	13 برس	غیر شادی شدہ	۔	۔	چک 215 رب، فیصل آباد	۔	۔	خبریں
6 جون	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	سہیل	۔	قبولہ، پاکپتن	درج	۔	خبریں
7 جون	۔	بچی	10 برس	غیر شادی شدہ	الطاف	چک	چک 193 ای پی، عارف والا	۔	۔	خبریں
8 جون	س	بچی	--	---	نماز علی۔ محمد علی۔ نظیر علی۔ حلال۔ پاندی	اہل علاقہ	گوٹھ شاہوالی۔ اوباڑو ضلع گھوٹکی	۔	۔	عوامی آواز
8 جون	غ	بچی	--	---	نماز علی۔ محمد علی۔ نظیر علی۔ حلال۔ پاندی۔ گل محمد مزاری	اہل علاقہ	گوٹھ شاہوالی۔ اوباڑو ضلع گھوٹکی	۔	۔	عوامی آواز

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ خاتون/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
8جون	ط	خاتون	--	شادی شدہ	نماز علی۔محمد علی۔نظیر علی۔حلال۔پاندی	اہل علاقہ	گوٹھ شاہوالی۔اوباڑو ضلع گھوٹکی	-	-	عوامی آواز
8جون	ز	خاتون	-	-	عمران،لطیف	-	فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
8جون	ر	خاتون	-	-	وسیم۔	-	رینالہ خورد	-	-	نوائے وقت
8جون	احمد	مرد	-	-	طارق،ارشد،شیر	-	سیالکوٹ	-	-	نوائے وقت
8جون	-	بچہ	7برس	غیر شادی شدہ	-	-	کاہنہ،لاہور	درج	گرفتار	جنگ
8جون	بابر	بچہ	11برس	غیر شادی شدہ	-	-	قصور	درج	-	خبریں
9جون	ر۔ک	خاتون	17برس	غیر شادی شدہ	واحد بخش کوری۔مجاہد کوری	اہل علاقہ	گوٹھ کنیٹر۔اوباڑو ضلع گھوٹکی	درج	-	کاوش اخبار
9جون	ر	خاتون	-	شادی شدہ	ذیشان،فاروق،ایک نامعلوم	-	چک129،ڈہراناوالا	درج	گرفتار	خبریں
9جون	رک	بچی	-	غیر شادی شدہ	زاہد،واحد بخش	-	ڈھرکی	درج	گرفتار	ایکسپریس ٹربیون
10جون	ارسلان	بچہ	-	-	شہباز،قمبر عباس	-	چک9ب،ننکانہ	درج	-	خبریں
10جون	غ ب	خاتون	15برس	غیر شادی شدہ	ذوالفقار،بلال	اہل علاقہ	خان پور،فیروز والا	درج	-	ایکسپریس
10جون	ک	خاتون	-	-	-	-	گوجرہ	-	-	خبریں
10جون	-	خاتون	-	-	-	-	پاکپتن	-	-	خبریں
11جون	صدوری	بچہ	7برس	---	شان جوگی	اہل علاقہ	پھریا سٹی ضلع نوشہرو فیروز	-	-	عوامی آواز
11جون	بلاول	بچہ	9برس	---	خالد جوگی	اہل علاقہ	پھریاسٹی ضلع نوشہروفیروز	-	-	عوامی آواز
11جون	علی رضا	مرد	11برس	غیر شادی شدہ	کاشف اور دیگر	-	شرقپور،شیخوپورہ	-	-	خبریں
11جون	حماد	مرد	-	غیر شادی شدہ	کاشف و دیگر	-	شرقپور،شیخوپورہ	-	-	خبریں
11جون	س	بچی	8برس	غیر شادی شدہ	فاروق	-	راناٹاؤن،فیروز والا	-	-	خبریں
11جون	علی حمزہ	بچہ	6برس	غیر شادی شدہ	-	-	گاؤں ساہوالا،سمبڑیال	درج	-	نوائے وقت
11جون	ذیشان حیدر	بچہ	7برس	غیر شادی شدہ	-	-	گاؤں ساہوالا،سمبڑیال	درج	-	نوائے وقت
12جون	پ	بچی	10برس	غیر شادی شدہ	راحت	اہل علاقہ	باغبانپورہ،گوجرانوالا	-	-	ایکسپریس ٹربیون
12جون	ن	بچی	8برس	غیر شادی شدہ	عمران	-	چکیریاں،شاہ کوٹ	درج	-	نوائے وقت
13جون	ن۔د	بچہ	8برس	---	علی اصغر آرائیں	اہل علاقہ	چانگ کالونی۔ضلع بدین	درج	گرفتار	کاوش اخبار
13جون	-	خاتون	-	-	سجاد،چارنامعلوم	-	کھڈیاں،قصور	-	-	نوائے وقت
13جون	امین	مرد	7برس	-	نفیس	-	قصبہ سرکاری،فیروز والا	-	-	نوائے وقت
13جون	ا۔ب	خاتون	-	-	علی رضا،چارنامعلوم	-	چیلہ،جھنگ	-	-	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ خاتون/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
13جون	رب	خاتون	–	–	شہباز	–	چک گالاں، ڈسکہ	–	–	نوائے وقت
13جون	–	بچہ	–	–	عبدالخالق، مظہر علی	–	چک گالاں، ڈسکہ	–	–	نوائے وقت
14جون	زین	بچہ	8برس	–	منظور	–	گاؤں میراں پور، ننکانہ	–	–	نوائے وقت
14جون	ف	خاتون	–	–	یونس، عمران	–	فیصل آباد	–	–	نوائے وقت
14جون	رب	خاتون	–	–	اختر عباس	–	جھنگ	–	–	نوائے وقت
14جون	ت	خاتون	16برس	–	شاہد رضا، عاطف	–	سمبڑیال	–	–	نوائے وقت
15جون	ل	بچی	13برس	–	محسن، معظم، شہروز	–	گاؤں چھوکی، حافظ آباد	–	–	نوائے وقت
15جون	م ب	خاتون	–	–	شان	–	فیصل آباد	درج	–	نوائے وقت
15جون	ر	خاتون	–	–	کامران، آصف	–	فیصل آباد	–	–	نوائے وقت
15جون	صدام	مرد	–	–	شعیب اور دیگر	–	جڑانوالہ	–	–	نوائے وقت
15جون	س	خاتون	–	–	عتیق الرحمان	–	جڑانوالا	–	–	نوائے وقت
15جون	ناصر	مرد	–	–	فرحان	–	ساہیوال	–	–	نوائے وقت
15جون	ز	بچی	–	–	سوداگر بٹ	–	ستراہ، سیالکوٹ	–	–	نوائے وقت
16جون	–	خاتون	–	–	–	–	چیچہ وطنی	درج	–	ایکسپریس
16جون	–	بچی	14برس	–	شاہ زیب	–	ڈسکہ	–	–	نوائے وقت
16جون	ک	خاتون	15برس	–	علی احمد	–	گاؤں 111-ای بی، پاکپتن	–	–	نوائے وقت
16جون	تصو	خاتون	19برس	–	گلزار	–	کلیانوالہ، فیصل آباد	–	–	نوائے وقت
17جون	علی	بچہ	11برس	–	علی حسن، آفاق	–	جیسر والا، ڈسکہ	–	–	نوائے وقت
18جون	ز	بچی	6برس	–	عامر	اہل علاقہ	ہربنس پورہ، لاہور	درج	گرفتار	جنگ
18جون	شہروز	بچہ	7برس	–	شعبان	–	شرقپور، شیخوپورہ	–	–	نوائے وقت
18جون	ج	خاتون	–	–	جنید، جاوید	–	فیصل آباد	–	–	نوائے وقت
18جون	–	خاتون	–	–	اشرف	–	محلہ اشرف آباد، فیصل آباد	–	–	نوائے وقت
18جون	توقیر	بچہ	10برس	–	زاہد	–	ساہیوال	–	–	نوائے وقت
20جون	چ	بچی	14برس	–	والجی۔ والم کولہی	اہل علاقہ	گوٹھ ڈناسر ضلع عمرکوٹ	–	–	عوامی آواز

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1	تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔
دفعہ -2	ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلٰی کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔
دفعہ - 3	ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 4	کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جاسکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔
دفعہ - 5	کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔
دفعہ - 6	ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔
دفعہ - 7	قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔
دفعہ - 8	ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، بااختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔
دفعہ - 9	کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 10	ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔
دفعہ - 11	(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جاسکی ہوں۔ (2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔
دفعہ - 12	کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 13	(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔
دفعہ - 14	(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ (2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جاسکتا جو خالصتا غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔
دفعہ - 15	(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ (2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔
دفعہ - 16	(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ (2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔ (3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔
دفعہ - 17	(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 18	ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔
دفعہ - 19	ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔
دفعہ - 20	(1) ہر شخص کو پر امن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔
دفعہ - 21	(۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔ (3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔
دفعہ - 22	معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور تقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشوونما کے لیے لازم ہیں۔
دفعہ - 23	(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔ (3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جاسکے۔ (4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔
دفعہ - 24	ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔
دفعہ - 25	(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔ (2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔
دفعہ - 26	(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلٰی تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔ (2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشوونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔ (3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔
دفعہ - 27	(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔ (2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں
دفعہ - 28	ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہوسکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔
دفعہ - 29	(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔ (2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ (3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جاسکتیں۔
دفعہ - 30	اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

انسانی حقوق کی تعلیم نصاب کا حصہ: ملک بھر سے یونیورسٹیوں کے طلبا وطالبات کی بھرپور استدعا

سال 2016 کے دوران یونیورسٹیوں میں ایچ آر سی پی کی طرف سے منعقد کردہ تقریری مقابلوں کی تصویری جھلکیاں

منتخب تقاریر پر مبنی کتاب زیر طباعت ہے جلد ہی دستیاب ہوگی

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

”ایوان جمہور“ 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور

فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582

ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org

پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15